کبیر صاحب

مؤلفہ

پنڈت منوہر لال زُتشی

الہ آباد

ہندوستانی ایکاڈیمی، یو - پی

۱۹۳۰ ع

Published by
The Hindustani Academy, U. P.,
Allahabad.

First Edition.
Price, Rs. 3/-

Printed by Rashid Khan
at the Minerva Press,
Daryabad, Allahabad.

فہرست مضامین

مذہب

مذہب عالمگیر ہے اور اُس کی سیکڑوں قسمیں ہیں -
مشرق کے حکیم اور مغرب کے فلسفی اس کی تعریف
مختلف الفاظ میں کرتے ہیں ' اور اپنے بیانات میں بڑی بڑی
باریکیاں پیدا کرتے ہیں - میرے نزدیک اُن باریکیوں میں
پڑنا اور اُن کی مو شگافیاں کرنا عبث ہے - سیدھے سادھے طور
پر یوں کہئے کہ مذہب کے معنی ہیں احساس ہونا ایسی
قوت یا قوتوں کا جو انسان سے بالاتر ہیں - جو اُس کو نفع
اور ضرر پہونچا سکتی ہیں ' اور جن سے نفع حاصل کرنے کے
لئے اُن کو خوش رکھنا اور ضرر سے بچنے کے لئے کوئی ایسا
فعل نہ کرنا جس سے وہ ناخوش ہوں اس کے واسطے لازم ہے -
تاریخ اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب نے دنیا میں
طرح طرح کی صورتیں اختیار کی ہیں - کسی زمانہ میں
کچھ تھا ' اور کسی زمانہ میں کچھ - ایک ملک میں اس
کی ایک ہیئت ہے اور دوسرے ملک میں دوسری - کہیں
چاند ' سورج ' سیاروں اور ستاروں کی پرستش ہوتی ہے کہیں
بت اور تصویریں پوجی جاتی ہیں - کوئی گروہ پہاڑوں اور
دریاؤں کو متبرک خیال کرتا ہے ' کوئی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتا
ہے ' کوئی تثلیث کو مانتا ہے ' کوئی توحید کا قائل ہے - کیا
عجب ہے کہ پہلے پہل آفتاب کی جہانگیر روشنی اور گرمی '
چاندنی کی ٹھنڈک اور سرور ' تاروں بھری رات کے دلکش

مظاهر، بجلي کي چمک، اور بادل کي گرج سے متاثر هوکر
انسان نے اجسام فلکي کو مثل اپنے جاندار اور اپنے سے قوي‌تر
سمجهکر ان سے نفع حاصل کرنے اور اُن کے ضرر سے بچنے
کے لئے اُن کي پرستش شروع کي هو - ایک فرنگي حکیم
کي راے هے کہ مذهب کي ابتدا خواب سے هوئي - خواب
کي حالت میں خواب دیکهنے والا اپنے مقام سے دور دور هو آیا،
جب جاگا تو اس نے اپنے ساتهیوں سے خواب کا حال بیان
کیا - اس کے ساتهیوں نے اُسے بتایا کہ اس کا جسم جہاں
وہ سویا تها وهیں موجود تها - اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ
جسم کے علاوہ کوئي اور چیز بهي هے جو خواب کي حالت
میں جسم سے باهر نکل کر جاتي هے اور گهوم پهر کر جسم
میں واپس آ جاتي هے - اس چیز کا نام روح رکها گیا - جب
روح همیشہ کے واسطے جسم سے الگ هو جاے اور پهر واپس
نہ آے تو اس حالت کا نام موت هے - سوسائٹي کے نظام کي
مناسبت سے روحوں میں بهي مدارج قائم کئے گئے - جس
سردار یا بادشاہ سے اس کے تابعین خوف کهاتے هیں، اس
کي روح بهي ان کي روحوں سے زیادہ طاقتور هوگي اور اس
میں فائدہ اور نقصان پہونچانے کي قابلیت بهي زیادہ هوگي -
لہذا عوام کے لئے لازم هے کہ اگر زندگي میں اُس سے خوف
کهاتے تهے اور اس کي خدمت کرتے تهے تو مرنے کے بعد اس
کي روح کو پوجیں - اس خیال سے رفتہ رفتہ ایک ایسي
پُر هیبت اور پُرشکوہ روح کا تصور پیدا هوا هوگا جو سارے
عالم پر محیط هے اور کل دنیا کا نظام جس کے قبضہ میں

هے - اس قسم کے خیالات تو ان لوگوں کے هیں جو مذهب کو بهي انسان کے دل و دماغ کا ایک کرشمه خیال کرتے هیں جس طرح سوسائٹي کے قواعد ترتیب دئے گئے ' قانوں بنائے گئے ' حکومت کے دستور قائم هوئے - اسي طرح مختلف زمانوں میں ' مختلف ملکوں میں ' مختلف مذهب پیدا هوئے - کہا گیا هے کہ خدا نے انسان کو اپني شبیه کے مطابق بنایا - ان حکیموں کا خیال هے که انسان اپنے معبود کو اپنے خیال کے مطابق خلق کرتا هے - جس گروہ کي تهذیب اور تحقیق جس درجه پر هوگي ' جس طرح کے اس کے رسم و رواج هوں گے ' جن خوبیوں کي اس میں قدر و منزلت هوگی ' اسي قماش کا معبود اس کا دماغ خلق کرےگا -

دوسرا گروہ یه کہتا هے کہ نہیں ' مذهب ایک خدا داد شے هے ' انسان کے فہم اور دماغ سے بالاتر - خداوند ازل نے مختلف زمانوں میں مختلف قوموں میں اپنے پیمبر بهیجے - ان پیمبروں کو الهام کے ذریعه سے رموز الهي کا علم بخشا گیا ' اور انهوں نے اپنے پیام دنیا کو سنائے - مذهب کے حقائق فراست انساني کے اخذ کئے هوئے نہیں هیں ' اور اسي وجه سے انساني آئین یا دستور کي طرح تغیرپذیر نہیں هیں - مذهب خدا کي طرف سے بهیجي هوئي چیز هے جو اٹل اور آمٹ هے - اس کا سلسله ازل سے ابد تک قائم هے اور اس میں عقل انساني کو دخل نہیں - نکته‌چیں اس میں شاخسانے نکالتے هیں - اتنے مذهب پیدا کرنے کي کیا ضرورت تهي ؟ ایک مذهب جاري هوا ' پهر حکم الهي سے وہ منسوخ هوکر اس کي جگه دوسرا

مذهب جاري کیا گیا - یه کیوں ؟ اس کا کیا ثبوت هے کہ هر زمانے میں اور هر گروہ انسان میں پیمبر بهیجے گئے ؟ اگر یه کہا جاتا هے کہ ایک خاص زمانہ میں خدا نے ایک خاص مذهب جاري کیا اور وهي مذهب برحق هے اور اس سے انکار کرنےوالا کافر هے، تو اُن لوگوں کا کیا حشر هوگا جن تک وہ پیام پهونچا هي نهیں ؟ وغیرہ، وغیرہ - خدائي مذهب کے طرفدار ایک حد تک اُن اعتراضوں کا جواب دلیل اور ملطق سے دیتے هیں اور آخر میں معترضین کو یه کہ کر خاموش کر دیتے هیں کہ احکام الهي میں چون و چرا کي گنجائش نهیں، مذهب ادراک انساني سے بالاتر هے، عقل انسانی محدود هے اور رموز الهی کے سمجهلے سے قاصر - یه وہ کوچه هے جس میں اطاعت اور خاموشي کے سوا دم مارنے کي مجال نهیں -

مگر ایک دقت پهر بهی باقي رهتی هے - اگر اُن بزرگوں کے فرمانے کے مطابق مذهب کو خداداد مان لیا جائے اور وید، انجیل، قرآن، وغیرہ کو کلام الهي سمجها جاے، تو بهي کلام الهي کے معني اور مطلب سمجهلے کے لئے انسان کے پاس سوائے اُس محدود اور ناقص عقل و فهم کے اور کوئي دوسرا ذریعه نهیں - کلام الهي تو نازل هوا، مگر اس کے ساتھ اُس کي شرح تو نهیں نازل هوئي، اور اگر هوتي بهي، تو جو دقت کلام الهي کے سمجهلے میں پیش آ رهی هے وهی اس کي شرح کے سمجهلے میں پیش آتی - وید اور قرآن کلام الهي هیں، مگر وید کے کس ملتر کے کیا معني هیں اور قرآن

کی کس آیت کا کیا مطلب ہے، یہ کون بتائے گا - شاید اسی
دقت کو دور کرنے کے لئے عیسائیوں کے رومن کیتھولک گروہ
نے یہ آئین قائم کیا کہ انجیل کے معنی اور مطلب
سمجھنا ہر انسان کا کام نہیں، جو معنی چرچ یا یوں کہئے
کہ پاپائے روم کی طرف سے بتائے جائیں وہی مستند ہیں اور
ان کو ماننا لازم ہے - لیکن اصل دقت اس سے بھی رفع نہ
ہوئی - پوپ بھی انسان ہے، اور اس وجہ سے فانی - ایک پوپ
جاتا ہے دوسرا آتا ہے - اس واسطے ان کے احکام میں اختلاف
ہو سکتا ہے - پھر یہ کہ جو معنی و مطلب چرچ یا پوپ کی
طرف سے بیان کئے جاویں گے ان کو کون سمجھے گا؟ غرضکہ کلام
الہی کے ماننے والوں کو بھی عقل انسانی کی جانچ پڑتال
سے مفر نہیں اور خدا کا فرمانبردار سے فرمانبردار بندہ بھی
اپنے فہم و درک سے بےنیاز نہیں ہو سکتا -

یہی وجہ تو ہے کہ ہر مذہب کے پیرو فریق در فریق
اور گروہ در گروہ پاشان و پریشان نظر آتے ہیں - وید تو ایک
ہے، پھر چھ شاستر کیوں؟ شیوی، شاکت اور ویشنو کی تفریق
کس واسطے؟ سناتن دھرمیوں اور آریہ سماجیوں کی معرکہ
آرائی کا کیا سبب؟ قرآن ایک ہے، مگر معتزلہ اور اشاعرہ
کے خونریز جھگڑوں سے اسلامی تاریخ کا کون پڑھنے والا واقف
نہیں؟ شیعہ اور سنی کا اختلاف آج بھی موجود ہے - کوئی
مقلد ہے، کوئی غیر مقلد، کوئی آغا خانی ہے، اور کوئی
اثنا عشری - اسلام ایک ہے، مگر اس میں بہتّر فرقے ہیں،
اور اب شاید اس سے بھی کچھ زیادہ - حافظ نے سچ کہا ہے:

جنگ هفتاد و دو ملت همه را عذر بنه
چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند

حضرت عیسیٰ کي تلقین انجیل سے واضع ھے، مگر انجیل کو کلام الهي ماننے والے عیسائیوں کے سیکڑوں گروہ ھیں، اور لطف یہ ھے کہ ھر مذھب کا ھر گروہ اپنے تئیں راز الهي کا آمین سمجھتا ھے اور اپنے سوا سب کو گمراہ جانتا ھے، حتیٰ کہ ایک زمانہ میں اپنے ھی مذھب والوں کو اگر وہ ایک خاص فرقہ اور گروہ سے الگ ھوں قتل کرنا اور زندہ جَلانا ثواب سمجھا جاتا تھا - کہتے ھیں کہ انسان ایک جنگجو جانور ھے، لڑائي جھگڑا اس کي فطرت میں ھے - ایک مشرقي حکیم کا قول ھے کہ زن، زمین اور زر یہي تین چیزیں شر و فساد کا باعث ھیں - بادشاھوں کے جنگ و جدل کي خونین داستانیں اور اقوام دنیا کے تصادم کي ھولناک کہانیاں زباں زد خلائق ھیں، لیکن تاریخ عالم شاھد ھے کہ جتنی خونریزي دنیا میں مذھب کے نام سے ھوئي ھے اس سے زیادہ شاید کسی اور وجہ سے نہ ھوئي ھوگي -

مدعا اس سب کا یہ ھے کہ مذھب الهامي ھو یا انسان کے دماغ کا اختراع، اس کے اصول کي تشریح، اس کے معاني اور مطالب کا سمجھنا، اس کے احکام کي پابندي، ان سب کا انحصار انسان کی عقل اور فہم پر ھے - یہي وجہ اختلاف مذاھب کی ھے، اور یہي بنا مذھب کے ارتقا کي - تاریخ بتاتي ھے کہ تغیر اور تبدل، آگے بڑھنا اور کبھي کبھي پیچھے ھٹنا، انساني تمدن اور انساني تہذیب کا جزو ھے - کسي خاص

زمانہ میں انسانوں کا ایک گروہ اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے واسطے ایک خاص تمدن یا تہذیب قائم کرتا ہے، سوسائٹی کے مدارج قرار پاتے ہیں، قانون بنتا ہے، علوم و فنون رائج ہوتے ہیں، ملکداری کے دستور اور سیاست کی پالسی قائم ہوتی ہے - سو دو سو برس تک سوسائٹی اس تمدن کے زیر فرمان کام کرتی ہے - ایک زمانہ گزرنے کے بعد اس بات کا احساس شروع ہوتا ہے کہ اب اس تمدن میں تبدیلی کی ضرورت ہے - جس طرح جوانی میں بچپن کے کپڑے ٹھیک نہیں ہوتے اسی طرح انسانی دماغ اور انسانی اخلاق ترقی کرکے مروجہ تمدن کی حد سے آگے نکل جاتے ہیں - اس کا احساس پہلے عوام کو نہیں بلکہ خواص کو ہوتا ہے، روشن دماغ اور ذکی الحس افراد قوم اس تغیر کو محسوس کرتے ہیں اور ان میں بےچینی شروع ہوتی ہے - مگر انسان عادت کا غلام ہے - جو ہمارے بزرگوں نے سمجھا اور کیا وہی ہمارے واسطے بھی کافی ہے - نظام دنیا جس طرح پہلے تھا اسی طرح اب بھی ہے اور ویسا ہی آیندہ بھی رہےگا - خیالات اور عادات کا بدلنا تکلیفدہ ہے - اسی وجہ سے اصلاح کرنے والوں کی ہمیشہ عوام کی طرف سے مخالفت ہوتی ہے - حضرت عیسیٰ کو سولی دی گئی - رسول عربی کو جلا وطن ہونا پڑا، سوامی دیانند کو زہر دیا گیا - مگر چونکہ تبدیلی اور اصلاح کا تقاضا فطرت انسانی اور قانون قدرت کی طرف سے ہوتا ہے اس واسطے مخالفت کے باوجود نئے خیالات کی اشاعت ہوتی رہتی ہے اور نئے پیشوا کے پیرووں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا

ہے ، حتی کہ قرنوں اور بعض اوقات صدیوں کی کشاکش کے
بعد اصلاح‌پسند گروہ سوسائٹی کا نیا آئین اور نیا دستور
بنانے میں کامیاب ہوتا ہے - یہی راز ہے انسانی ترقی کا ، اور
یہی معنی ہیں اس بے چینی اور کشمکش کے جو ہر متمدن
قوم کی تاریخ میں نظر آتی ہے - مذہب کا ارتقا اس کلیہ سے
خارج نہیں ہے - اور ہندو مذہب کی تاریخ میں اس ارتقا
کے مدارج صاف نظر آتے ہیں - ویدوں کے رشی اور شاستروں
کے بنانے والے ، گوتم بُدھ اور شنکر آچارج ، رامانج اور
رامانند ، کبیر ، نانک ، چیتن ، اور تکا رام ، تلسی‌داس اور سورداس ،
راجہ رام موہن رائے ، اور سوامی دیانند ایک ہی زنجیر کی کڑیاں
ہیں - جن اصلاحوں کی آج ضرورت محسوس ہوتی ہے ، جو
سوشل ، مذہبی ، یا ملکی تبدیلیاں لوگ کرنی چاہتے ہیں ،
اُن کی ضرورت اور بے ضرورتی ، حسن و قبح سمجھنے کے لئے
اس بات کا سمجھنا لازمی ہے کہ اس زمانہ سے پہلے اس ملک
کے مصلحان قوم کو کیا کیا دقتیں پیش آئی تھیں ، اور انہوں
نے اپنے زمانہ کے عقدوں کو کس طرح حل کیا تھا - اسی کے
ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہماری قوم کی
فطرت بہ حیثیت قوم کے کیسی ہے ، اس کا مزاج کس
طرح کا ہے ، اور نئے خیالات اور نئے اصولوں کو کس شکل اور کس
قالب میں قبول کرنے کے لئے وہ آسانی سے آمادہ ہو سکتی ہے -

مشکل یہ آ پڑی ہے کہ فرنگیوں کے اقبال ہیبت اور
یورپ کی برتری کا نقش ہمارے مغلوب اور افسردہ دلوں پر
کچھ ایسا بیٹھ گیا ہے کہ اپنے یہاں کی کوئی چیز بھاتی

هي نهيں اور اپنے ديس کا بڑے سے بڑا آدمي مغربي تهذيب کي ميزان ميں سبک نظر آتا هے - غضب يه هے کہ تعليم يافته اور پڑهے لکهے هندوستاني اپني زبان' اپنے مذهب' اور اپني تهذيب سے نه صرف بے خبر هيں بلکہ مشرقي حکمت اور مشرقي تمدن کو قابل التفات هي نهيں سمجهتے - آج ايک گروه ايسا بهي پيدا هو گيا هے جو سياسي شورش اور سياسي مخالفت کي بنا پر انگريزوں سے سخت ناراض هے' مگر دل اور دماغ دونوں پر ايسا چوکها مغربي رنگ چڑها هوا هے کہ انگريزوں سے منافرت کے پردے ميں بهي مغربي اداؤں کي جهلک نظر آتي هے' اور انگريزوں کو گالياں بهي دي جاتي هيں تو مغربي لهجه ميں - انگريزوں کے خلاف غم و غصه کا اظهار هوتا هے' مگر اپني چيزوں سے اب بهي وهي منافرت هے اور اپنے بزرگوں کے کارناموں اور اپنے اسلاف کي سحرکاريوں سے اب بهي وهي لا علمي هے جو پهلے تهي -

جيسا کہ ميں عرض کر چکا هوں' هندوؤں کي تاريخ سے ظاهر هوتا هے کہ ان کے يهاں قريب قريب هر زمانه ميں ايسے روشن دماغ اور عالي خيال بزرگ پيدا هوتے رهے هيں جو معمولہ شاهراه سے هٹ کر چلتے تهے' فرسوده خيالات کي گتهيوں کو سلجهانے کي کوشش کرتے تهے اور رسم و رواج' رياکاري اور مذهبي نمائش کي بيڑيوں کو کاٹ کر آزادهروي اور حق پرستي کي تلقين کرتے تهے - ميرے خيال ميں اس برگزيده گروه ميں کبير صاحب کا درجه نهايت ممتاز هے' اور اسي وجه سے

میں نے ان کے سوانح اور ان کی تلقین کے متعلق کچھ
عرض کرنے کی جرات کی هے -

هندو مذہب کا اِرتقا

سائنس کے ماہر کہتے ہیں کہ کرۂ زمین کو وجود میں
آئے ہوئے کروروں برس ہو گئے اور حضرت انسان اس پر لاکھوں
برس سے آباد ہیں - متمدن اقوام کے پاس جو تحریری
دستاویزیں ہیں وہ چند ہزار برس سے زیادہ کی نہیں ،
مگر انسان نے ان سے پہلے کی حالت کا بہت کچھ کھوج
لگایا ہے - پرانی عمارتیں پرانے سکے اور کتبے زمین کے
نیچے دبے ہوئے پرانے شہروں کے کھنڈر حتی کہ زبان انسانی
کے الفاظ ، ان سب کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے ، اور ان
کو میزان عقل میں تول کر مختلف اقوام کی تہذیب اور
شائستگی کے متعلق نتائج اخذ کئے جاتے ہیں - فرنگی
حکیموں نے ایشیا اور یورپ کی مختلف زبانوں پر جب غور
کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ سنسکرت ، فارسی ، یونانی ، لاطینی ،
اور جرمن زبانوں میں بہت سے الفاظ ہیں جو اس قدر ملتے
جلتے ہیں کہ وہ ایک ہی ماں کی اولاد معلوم ہوتے ہیں -
کوئی زمانہ ہوگا کہ جب آرین قوم جس کی یہ مختلف شاخیں
ایشیا اور یورپ میں آباد ہیں ، وسط ایشیا میں رہتی تھی اور
وہیں سے مختلف ممالک میں پھیلی - اس قوم کی سب سے پرانی
دستاویز رِگ وید ہے جو ہندوستان کے آریوں کے پاس
محفوظ ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آریہ افغانستان
سے گذرکر پنجاب میں آباد ہوئے تو وہ شایستگی اور

تمدن کے اکثر مراحل طے کر چکے تھے - ان کے مذہب میں
مظاهر قدرت کو دیوتاؤں کا درجہ دیا گیا تھا - ان کو وہ
انسان سے بہتر اور برتر سمجھتے تھے اور اپنا یار و مددگار
خیال کرتے تھے - وہ ان دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے' اور ان
سے اپنے دشمنوں پر فتح پانے کے واسطے اور اپنے جاہ و
عروج کے لئے دعائیں مانگتے تھے - رِگ وید کے بعض منتروں
سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کرنےوالا اس وقت
ایک خاص دیوتا کو جس کی وہ عبادت کر رہا ہے
سب سے افضل سمجھتا ہے' اور اتنی دیر کے واسطے وہ
اور دیوتاؤں کے وجود کو بھول جاتا ہے - اُن کے
دیوتاؤں کی کثرت میں بھی وحدت کا راز مخفی تھا -
رِگ وید میں ایسے منتر موجود ہیں جن میں محض
ایک وحدہ لا شریک ذات کا ذکر ہے' اور اس کو سب
سے اعلیٰ اور کل کائنات کا خالق قرار دیا گیا ہے -
عبادت کے ذرائع غالباً دو تھے' ایک تو دیوتا کی ثنا
و صفت اور اس کی درگاہ میں اپنی حاجتوں کا اظہار'
دوسرے یگ - یَگ هندوؤں کی پوجا کا نہایت ممتاز جزو ہے'
اور اس کا رواج هندوؤں میں اِس وقت تک ہے - یوں تو ہر
دنیادار کے واسطے یگ لازم تھا اور مذہب کا جزو لاینفک' مگر
تہذیب اور ثروت کی ترقی کے ساتھ بعض ایسے یَگ بھی وجود
میں آئے جن کے کرنے کے لئے بڑے ساز و سامان کی ضرورت
ہوتی تھی اور جو صرف راجہ مہاراجہ ہی کر سکتے تھے - مثلاً
راجسویہ یگ' یعنی جشن شاہنشاہی یا اَشومیدھ یَگ جس

میں گھوڑے کي قرباني کي جاتي تھي - مذهبي رسوم کا
ادا کرنا تو هر آریه کا فرض تھا - مگر جوں جوں تمدن کي
ترقي کے ساتھ مذهبي رسوم طویل اور پیچیدہ هوتے گئے
ان کا ادا کرنا مشکل هوتا گیا - دنیاداروں کو دنیا کے
بکھیڑوں هي سے فرصت کہاں کہ وہ هر رسم کي توضیح اور
تفصیل یاد رکھیں - آگ کس طرح روشن کرني هے ' قرباني
کب اور کس طرح کي جائےگي ' کس وقت اور کس آواز سے
کون سا منتر پڑھا جائےگا ' کون سي دعا کس وقت کار آمد
هوگي ' اِن باتوں کو سمجھنا اور یاد رکھنا اور ضابطه اور
قاعدہ سے انجام دینا هر شخص کے امکان میں نه تھا - اس
کمي کو پورا کرنے کے لئے برهمنوں کا گروہ پیدا هو گیا
جن کے سپرد یه مذهبي خدمت کی گئي ' اور جن کا یه
فرض قرار دیا گیا کہ وہ مذهبي عقاید اور مذهبی علوم
کے ماهر هوں ' اور مذهبي رسوم کو صحیح طریقه سے
ادا کر سکیں - هر فرد قوم کے لئے ' چاهے وہ راجه هو یا
پرجا ' یه ضروري هو گیا کہ وہ رسوم مذهبي کے ادا کرنے
میں برهمنوں سے مدد لے اور ان کي هدایت پر عمل
کرے - هر علم اور هر فن بلکہ یوں کہئے کہ دنیا کے
هر کام میں مبصروں (experts) کي نخوت اور "دراز
دستي" مشهور هے - یه تو مذهب کا معامله تھا -
تعجب کي کیا بات هے اگر برهمنوں نے مذهب کے
تقدس کو اپني ذات میں منتقل کر لیا اور اپنے تئیں
خالق کائنات کا رازدار اور نوع انسان کا شفیع سمجھنے لگے ؟

صدیاں گذر گئیں، جُگ بیت گئے، اور جو حشر ہر انسانی دستور کا ہوتا ہے وہی اس کا بھی ہوا، یعنی وہ دل کی صداقت اور مَن کی لگن جس کا اظہار ان ذرائع پرستش سے ہوتا تھا گھٹنے لگی، اور ان پر تصنع کا رنگ چڑھنے لگا، پوجا پاٹھ، ہَوَن اور یگ لوگ کرتے تھے، مگر رسم و رواج کی بنا پر، یا اپنی امارت کے اظہار کے واسطے جن کے سینہ میں دل تھا اور دل میں سچا مذہبی ولولہ تھا وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ چھلکے کے اندر مغز باقی نہیں رہا اور خالی چھلکا ان کے درد کی دوا نہیں - ان بزرگوں نے ایک دوسرا راستہ گیان کا قائم کیا اور یہ سکھایا کہ موکش یا نجات کا ذریعہ ہے برہم گیان یا علم الہی کا حاصل کرنا اور اپنی اور اپنے معبود کی حقیقت کو پہچاننا - گیان حاصل کرنے کے لئے لوگوں نے ریاضت یا تپ شروع کیا، اور رفتہ رفتہ تپ کو وہی مرتبہ حاصل ہو گیا جو کسی زمانہ میں یَگ کو حاصل تھا - دنیا سے منھ موڑ کر جنگل میں چلا جانا اور "تپسیا" ریاضت میں عمر گزارنا برگزیدہ اور مذہبی آدمیوں کا یہی مآل زندگی قرار پایا - اِس کا بیان اُپنشدوں میں نہایت وضاحت سے ملتا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے ایک بڑے گروہ میں ان امور پر غور کرنے کی قابلیت اور شوق پیدا ہو گیا تھا - ہم کیوں پیدا ہوئے؟ کہاں سے آئے؟ کہاں جا رہے ہیں؟ انسانی زندگی کا کیا مآل ہے؟ اور حصول نجات کی کیا تدابیر ہیں؟ کرم کا کیا اثر ہے؟ مایا کے کیا معنی ہیں؟ آوا گون کے

چکر سے کس طرح آزادي مل سکتی ھے؟ یہ سب سوال ان کے سامنے تھے، اور جس فراست اور معقولیت کے ساتھ انھوں نے ان مسائل پر بحث کي ھے جھسي بلند اور دیرپا پرواز ان کي بُدھي* کي تھي، اور جس طرح وہ برھم گیان کے آسمان سے تارے توڑ کر لائے ھیں وہ انھیں کا حصہ ھے - یورپ والے اُن کے عقائد کو مانیں یا نہ مانیں مگر مذھب اور فلسفہ کے صحرائے ناپیدا کنار میں ان کی تحقیق اور تجسس کي داد علمائے فرنگ بھي دیتے ھیں، اور جو کچھ وہ سکھا گئے ھیں اس کا چرچا آج بھی فیروں کی محفل میں ھے -

آخرکار قانون قدرت کا عمل ایک مرتبہ پھر ھوا اور جو تپ معبود حقیقي کے پہچاننے اور نجات حاصل کرنے کے واسطے کیا جاتا تھا وہ محض دکھانے کے لئے یا حصول نام و نمود کے لئے کیا جانے لگا، مغز مفقود ھو گیا، اور کتّے ھڈیاں چچوڑتے رہ گئے - لہذا اصلاح و ترمیم کي ضرورت محسوس ھوئي اور مہاتما گوتم بُدھ کی تعلیم و تلقین کي نوبت آئي -

اس سے قبل کہ مہاتما بُدھ کا ذکر کروں مناسب معلوم ھوتا ھے کہ ایک بات کہ دوں - آریوں میں برھمن اور چھتري یہ دونوں اونچي ذاتیں مانی جاتي ھیں - آریوں کي قوم میں عوام کا نام ویش تھا - برھمنوں اور چھتریوں

---

* عقل سلیم -

کا شمار خواص میں تھا - رفتہ رفتہ برهمنوں نے مذهبي تقدس کي بنا پر اور اسرار الهی کے امین کي حیثیت سے اپنا درجہ چھتریوں سے بڑھا لیا - مگر کتب مذهبي کے مطالعہ سے معلوم هوتا هے کہ یہ درجہ ان کو آساني سے نہیں حاصل هوا - چھتري عابد اور زاهد برهمنوں کے ساتھ ساتھ اس کوچہ میں گامزن تھے، اور برهم رشي اور راج رشي کا مقابلہ تھا - بسوامتر اور بششت کے قصہ سے کون هندو واقف نہیں ؟ پرس رام نے ناخوش هوکر چھتریوں کو نیست و نابود کرنے کي کوشش کي، لیکن آخر ان کو راجہ رام چندر جي سے جو چھتري تھے هار ماننی پڑي - هندو مذهب اور هندو فلسفہ کي تاریخ میں کسی برهمن مرتاض، کسی برهمن درویش کا درجہ راجہ جنک سے اونچا نہیں هے - بڑے بڑے رشي اور مُنی ان کے سامنے زانوے ادب تہ کرتے تھے اور ان کي شاگردي کو باعث فخر سمجھتے تھے - اسی سلسلہ میں یہ نکتہ بھي یاد رکھنے کے قابل هے کہ هندوستان قدیم کے دو بڑے پیشوایان مذاهب جو مقررہ راستہ سے هٹ کر چلے اور جنھوں نے مروجہ عقائد سے الگ اپنے مسلک قائم کئے وہ دونوں چھتري تھے، یعني بَودھ مت کے باني گَوتم بُدھ اور جَین مت کے باني مہاویر -

گَوتم بُدھ کا زمانہ پانچویں صدي قبل مسیح کا زمانہ هے - یہ کپل وستو کے راجہ کے گھر میں پیدا هوئے اور راجکماروں کي تعلیم پائي، مگر بچپن هي سے مَن کو اور هي لگن لگي هوئی تھي - باپ نے دنیاداري کي طرف مائل

کرنے کے لئے شادي کر دي - جب لڑکا پیدا ہوا تو گوتم بُدھ
نے کہا "یہ ایک بندھن اور بڑھا جسے کاٹنا پڑے گا" -
آخر تیس برس کي عمر میں دنیا سے مُنھ موڑ کر جنگل
کو سدھارے - اس زمانہ میں علم لدني کے متلاشیوں کے
واسطے ریاضت کا طریقہ جاري تھا - انہوں نے بھي اس کو
اختیار کیا، مگر کچھ دن بعد بے سود سمجھ کر چھوڑ
دیا - خدا کي قدرت دیکھئے کہ ایک دن جب گوتم بُدھ
ایک پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے، ان کے
دماغ میں بجلي سي کوند گئي، مایا کي تاریکی دور
ہو گئي، اور کائنات کا راز آشکارا ہو گیا - وہ سکون قلب، وہ
سرور ابدي، جس کی تلاش میں وہ برسوں سے سرگرداں
تھے ایک لمحہ میں حاصل ہو گیا - اس خوشي اور اس
مسرت کا کیا پوچھنا؟ اس کي قدر کچھ وہی سمجھ
سکتا ہے جو اس کوچہ میں کبھی دو چار قدم بھي
چلا ہو، اور جس نے اس تلاش و تجسس میں اپنا
دل و دماغ صرف کیا ہو - اس دن سے گوتم کا لقب
بُدھ قرار پایا، جس کے معني ہیں روشن دل اور روشن
دماغ - معمولی درجہ کے درویش تو اپني کامیابي پر
خوش ہو کر بیٹھ رہتے، مگر گوتم کو تو اپني نجات
سے زیادہ دنیاوالوں کي نجات کي فکر تھی - وہ دنیا
کے مصائب اور تکالیف، اس کے رنج و غم سے واقف
تھے، ان کے سینہ میں دل تھا اور دل میں درد - جب

اُن کو اس بات کا گیان ہوا کہ حصول نجات کے مروجہ طریقے بےکار ھیں، حقیقت اور اِصلیت کچھ اور ھے، تو ان پر فرض ھوا کہ وہ اپنی باقي عمر اس کي تعلیم و تلقین میں صرف کریں، اور دنیا کو نجات کا صحیح راستہ بتاویں - اور انہوں نے ایسا ھي کیا -

کرم اور آوا گون یا تناسخ کے مسائل پر گوتم بدھ کي تعلیم کي بنا تھي - جو جیسا کرےگا ویسا پائےگا - اچھے اور برے دونوں طرح کے أفعال کے نتائج کا بھگتنا لابدي ھے - اور اسي واسطے ھر روح کو بار بار دنیا میں جنم لینا پڑتا ھے - اچھے کرم کے صلہ میں اگر بہشت بھي نصیب ھوئي تو مقررہ مدت کے بعد پھر دنیا میں پیدا ھونا پڑےگا، اور دنیا کے رنج اور خوشي، مسرت اور صعوبت برداشت کرني پڑےگي - اگر غور سے دیکھئے تو جو چیز انسان کو دنیا سے وابستہ رکھتي ھے اور اس کے جھگڑوں سے آزاد نہیں ھونے دیتي وہ "ترشنا" یا خواھش ھے - پس نفس امارہ کا مارنا سب سے زیادہ ضروری ھے - اعتدال کي زندگی سب سے اچھي، نہ نفس امارہ کی غلامي اور نہ اس طرح کي ریاضت جس میں جسم اور جان کو طرح طرح کي ایذا پہونچائي جاے - والدین اور گرو کي اطاعت، اپنے نفس پر قابو، ھر اِنسان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ، اور ساري کائنات پر ترحم کي نگاہ، بودھ مت کے یہ چار خاص اخلاقي أصول ھیں، اور ان کی پابندي سے وہ اعتدال و

صدمہ پہونچا ، اور ان کي فضیلت تقویم پارینہ ہو گئي -
اس وقت بھي جن ملکوں میں بودھ مذهب رائج هے ،
مثلاً لنکا ، برهما ، سیام ، وغیرہ ، وهاں نہ ذات کي تفریق هے ،
نہ کھانے پینے کي چھوت چھات ، نہ برهمنوں کی طرح
کوئي گروہ جنت کا موروثی دربان اور انسان کا موروثي
شفیع هونے کا دعوی کرتا هے -

تیسري صدي قبل مسیح بودھ مت کے عروج کا زمانہ تھا -
چندر گپت کا پوتا اشوک اس وقت مگدھ کا راجہ تھا -
اس نے بودھ مت کی اشاعت میں بڑي کوشش کی
جس کا نتیجہ یہ هوا کہ یہ مذهب چین اور جاپان ، لنکا ،
برهما ، اور سیام ، افغانستان ، اور ترکستان تک پھیل گیا - اگر
تعصب اور انانیت کو چھوڑ کر گوش هوش سے سنئے تو بعض
بڑے بڑے مذاهب میں جو اس وقت ایشیا اور یورپ
میں پھیلے هوے هیں بودھ مت کے عقائد اور اس کے
قانون اور دستور کا اثر آواز باز گشت کی طرح آپ کو
سنائي دے گا -

سیکڑوں برس تک یہ مذهب هندوستان پر غالب
رها ، اور جب اس کا زوال شروع هوا اور هندو مذهب
نے عود کیا تو آٹھویں صدي تک دونوں مذهب ساتھ
ساتھ هندوستان میں جاري رهے ، مگر بودھ مت کے بادشاهوں
نے کبھی کسي کو زبردستي اپنے مذهب میں شامل کرنے
کي کوشش نہیں کی ، اور نہ کبھي اختلاف مذهب کي
بنا پر خونریزي کي نوبت آئي - هاں ، اگر غور سے دیکھئے

تو یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بودھ مت کے بعض عقائد اور
اصول قوم کے دل و دماغ میں اس طرح سے سرایت
کر گئے تھے کہ اس مذہب کے زوال کے بعد وہ ہندو
مذہب کا جزو بن گئے ' اور آج بھی ان کا اثر ہندؤوں کی
مذہبی اور سوشل زندگی پر موجود ہے -

بودھ مذہب کے زوال کے وہی اسباب تھے جو عموماً
مذہبوں کے زوال کے ہوا کرتے ہیں - گوتم بدھ کی روحانی
تعلیم کو تو لوگ بھول گئے اور اس کی جگہ بدھ کی
مورتوں کو پوجنے لگے ' معنی اور مطلب فراموش ہو گئے '
محض الفاظ کا گورکھ دھندا رہ گیا ' اور الفاظ کے اختلاف
پر فرقے اور جتھے قائم ہونے لگے - چوتھی صدی عیسوی میں
جب گپت خاندان کے راجہ شمالی ہندوستان میں حکومت
کرتے تھے اس وقت بودھ مذہب کا زوال اور ہندو مذہب
کی نئی زندگی شروع ہو گئی تھی - آٹھویں صدی عیسوی میں
شنکراچارج کے اقبال کا ستارہ چمکا اور اس کے وعظ اور تلقین
کا یہ اثر ہوا کہ کدارناتھ سے رامیشورم تک اور جگناتھ سے
دوارکا تک ہندو مذہب کا ڈنکا بج گیا - مگر جو مذہب اب
رائج ہوا وہ قدیم آرین مذہب سے مختلف تھا - ویدوں اور
شاستروں کو اب بھی لوگ مانتے تھے اور ان کی عظمت
کے قائل تھے ' مگر دلوں پر مہابھارت اور رامائن کا سکہ
چلتا تھا اور پرانے دیوتاؤں کی جگہ رام اور کرشن کے
اوتاروں نے لے لی تھی - اس تبدیلی کے ساتھ بھکتی کے
عقیدہ کا رواج ہوا - کرم اور گیان " تپس " اور ریاضت

سے لوگ واقف تھے ، اور ان کو برت چکے تھے - اب بھکتی
نے لوگوں کے دلوں کو اور دلوں کے جذبات کو اپنی طرف
کھینچنا شروع کیا ، اور بارھویں صدی سے سولھویں سترھویں
صدی تک جو مذھبی پیشوا ھوے انھوں نے نہایت زور شور سے
اسی عقیدہ کو سراھا اور اس کی اشاعت کی - شمالی
ھندوستان میں رامانند اور ان کے چیلے کبیر ، تلسی داس
اور سور داس ، بنگال میں چیتن ، پنجاب میں نانک ، اور
دکن میں تکارام اس بھکتی کے مذھب کے رواج دینے والے تھے -
چونکہ اس تحریک کے موجد اور اشاعت دینے والے اکثر ویشنو
تھے اس واسطے ھندوستان میں یہ تحریک انھیں کے نام سے
موسوم ھے ، اور انگریزی مؤرخ بھی اس کو ویشنوازم
کہتے ھیں -

یہ بھکتی کی تحریک گیتا کے زمانہ سے شروع ھوتی ھے -
بھکتی وھی چیز ھے جس کو صوفی عشق الہی کہتے ھیں -
کرم کانڈ کے پوجا پاٹھ اور گیان مارگ کے بکھیڑوں سے بھکت
یکساں آزاد ھے - محض محبت کا جذبہ اس کے واسطے کافی
ھے ، اور اس کو وہ دنیا اور آخرت کا سرمایہ سمجھتا ھے -
مآل زندگی تو اس کا وھی ھے جو ھر ھندو کا ھے ، یعنی آوا گون
کی قید سے آزاد ھوکر موکش یا نجات حاصل کرنا - لیکن
اس کے حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس بس ایک بھکتی
کا ذریعہ ھے جو اس کی ساری روحانی زندگی پر حاوی
اور محیط ھے ، اور جس کے کیف و سرور پر وہ بے تامل دنیا
اور عقبی کو قربان کرنے کو تیار ھے -

جس تحریک کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ کئی باتوں میں
اس تحریک سے ملتی جلتی ہے جو سولہویں صدی میں
پروٹسٹنٹزم کے نام سے یورپ میں جاری ہوئی تھی - یورپ
میں پاپائے روم کو یہ دعوی تھا کہ مذہب کے معاملہ میں
اس کا فیصلہ قطعی اور ناطق ہے، اور اس کے حکم کی
نافرمانی خدا کے حکم کی نافرمانی ہے - ہمارے ملک میں
قریب قریب یہی دعوی برہمنوں کا تھا، اور ذات کی تفریق
اس پر مزید کریلا اور نیم چڑھا - بھگتوں نے یہ بتلایا کہ
مذہب خدا اور بندہ کا واسطہ ہے، چاہے وہ کیسی ہی نیچی ذات
کا کیوں نہ ہو بلا کسی اونچی ذات والے کی مدد کے بندہ
اپنے خالق تک پہونچنے کا مجاز ہے - ان بھگتوں کے سیکڑوں
اقوال ایسے ملیں گے جن میں برہمنوں کی نخوت اور گھمنڈ
کا مضحکہ اڑایا گیا ہے۔ اور ذات کی تفریق کو بے معنی اور
لا طائل بتایا گیا ہے - صرف یہی نہیں بلکہ کبیر اور نانک نے
تو ہندو مسلمان کے فرق کو بھی مٹا دینا چاہا ہے -
ہندوؤں کے سوشل نظام کی بنیاد ذات کی تفریق پر ہے، اور یہ
نظام کچھ ایسا مضبوط ہے کہ بھگتوں کی کوشش بھی اس
کو نہ توڑ سکی - لیکن یہ ضرور ہے کہ جنوبی ہندوستان کے
مقابلہ میں شمالی ہندوستان میں برہمنوں کا تکبر اور
چھوت چھات کی سختی کم ہو گئی ہے - اسی طرح یہ بھی
کہا جا سکتا ہے کہ گو دیوی دیوتا اب بھی مانے جاتے ہیں
اور بت پرستی ہندوؤں میں جاری ہے، تاہم ان بھگتوں
اور سنتوں کے اقوال زبانزد خلائق ہیں، اور بت پرستوں سے

اگر جرح کیجئے تو فوراً معلوم ہو جاے گا کہ وہ اپنی جہالت کے باوجود ایک ایشور یا پرماتما یا بھگوان کو ان تمام مظاہر سے اعلیٰ اور برتر جانتے ہیں - پاپائے روم کے مذہب میں انجیل کی زبان لاطینی تھی، جس طرح ہندوؤں کی مقدس کتابیں سنسکرت میں لکھی ہوئی تھیں - جرمنی کے پروٹسٹنٹ لیڈر لوتھر نے جرمن زبان کو اپنا آلہ کار بنایا - اور اس کی تقلید دیگر ممالک فرنگ میں کی گئی کیونکہ ان لوگوں کی اپیل علما کے گروہ کے خلاف عوام کے سامنے پیش تھی - گوتم بدھ نے پالی زبان میں وعظ دیا تھا - اسی طرح ہندوستان کے سنتوں اور بھگتوں نے سنسکرت کو چھوڑ کر ہندی، مرہٹی، بنگالی، اور پنجابی میں اپنے خیالات کی اشاعت کی، اور ان کو صرف شاہی محلوں اور عظیم‌الشان اور مقدس مندروں میں نہیں بلکہ غریب نادار جاہل دیہاتیوں کے جھونپڑوں اور چھپروں میں پھیلایا - کبیر صاحب فرماتے ہیں :

سنسکرت ہے کوپ جل بھاشا بہتا نیر

(سنسکرت بندھا ہوا پانی ہے، بھاشا بہتا ہوا پانی ہے)

ہندوستان کی ان زبانوں کی داغ بیل انہیں بھگتوں کی ڈالی ہوئی ہے، اور ان کی ساکھیاں اور شبد (ملفوظات)، ان کے بھجن اور گیت، اب تک ان زبانوں کے تمغاے افتخار ہیں - ایک بات جس پر ویشنو بھگت بہت زور دیتے ہیں اور جس کو وہ بہت اہم سمجھتے ہیں دل کی صفائی اور من کا پریم ہے - ان کے نزدیک صداقت اور محبت کے مقابلہ میں

پوجا پاٹھ کی نمائش اور یوگ اور تپ کی ورزش بالکل ہیچ ہیں - اگر دل صاف ہے اور طالب صادق ہے تو ایشور کا ملنا آسان ہے ' اگر دل صاف نہیں ہے تو مذہب کے دستور اور ریاضت کی سختی فضول اور بےکار ہیں - دنیا والے ان سے مرغوب ہو جائیں تو ہو جائیں مگر خدا نہیں ملتا -

---

هندو مذهب کے اُصول

هندو مذهب کي بنا ویدوں پر هے ' اور ویدوں کو
هندو کلام الهي سمجهتے هیں - رِگ وید سب سے پرانا
سمجها جاتا هے - ویدوں میں مختلف دیوتاؤں کا ذکر
هے ' مثلاً اندر ' اگني ' یم ' ورن ' وغیرہ - لیکن اسي
کے ساتھ یہ خیال بهي موجود هے کہ یہ متعدد دیوتا
کسي ایک ذات میں مظهر هیں ' چنانچہ ایک مقام
پر لکها هے کہ ایک ذات واحد کو رشي مختلف طریقوں سے
بیان کرتے هیں - وہ اس کو کبهي اگني کہتے هیں ' کبهي یم
اور کبهي ماتَرِشْون - ویدوں سے آگے بڑھ کر جب
ویدانت اور اُپنشدوں کے زمانہ میں حکیمانہ خیالات
کا چرچا هوا تو همہ ازوست سے گذرکر همہ اوست کے
فلسفہ کی طرف رجحان هوا ' اور هندو پرماتما اور جیو
آتما ' خالق اور مخلوق کو ایک واحد شے سمجهنے لگے -
موکش یا نجات کے معني یہ قرار پاے کہ جیو آتما
یا روح انسانی ترقي کرتے کرتے پرماتما میں مل جاے -
جتنے مذهب کہ هندوستان میں پیدا هوے هیں '
هندو ' بودھ ' اور جین ' وہ سب روح انساني کو آوا گون
یا تناسخ کے قانون کا تابع سمجهتے هیں - ان کا عقیدہ هے
کہ روح لا زوال هے - وہ صرف ایک هي مرتبہ قالب خاکي
اختیار کرکے دنیا سے الگ نہیں هو جاتي ' بلکہ جیسے اعمال

اس کے ایک زندگي میں هوتے هیں ان کے مطابق اس
کو دوسرا جنم لینا پڑتا هے ' اور یه آوا گون کا سلسله
لا متناهي هے - گیتا کے دوسرے ادهیاے کے بائیسویں منتر
میں کرشن جي فرماتے هیں " جیسے انسان پرانے کپڑے
أتار کر نئے کپڑے پہنتا هے ' ویسے هي آتما پرانے جسموں
کو چھوڑ کر نئے جسموں میں دخل کرتي هے " - [بھگوت
گیتا کا اردو ترجمه از راے بهادر پنڈت جانکي ناتھ مدن -
پانچواں اڈیشن - صفحه ۴۹ -] هر انسان کا فرض هے که
وه اپني زندگي اس طرح سنوارے که دوسرا جنم پہلے
جنم سے بہتر هو ' اور دوسرے جنم میں اس کو ترقي
کرنے کا اور زیاده موقع ملے - فرض یه هے که ترقي کرتے
کرتے روح اس درجه پر پہونچ جائے که پھر اس کو دنیا
میں جنم لینے کي ضرورت نه رهے ' اور اس کو موکش یا
نجات کی پدوي (درجه) مل جاے - هندوستاني مذاهب
کے عقائد کي بنیاد اسي آوا گون کے مسئله پر هے ' اور هندو
بَودھ اور جین تینوں کی زندگي اسي اصول کے تابع هے - ان
کی هزاروں برس کي زندگی میں ان مذهبوں کے علم و عمل
میں مختلف قسم کي تبدیلیاں ظهور میں آئیں ' مگر یه
عقیده هر زمانه میں اور هر ملک میں اُن پر مسلط رها -
اس کے استحکام اور عام پسندي کي ایک بڑي وجه غالباً
یه هے که یه دنیاوی پریشانیوں اور تکلیفوں کے لئے تشفی
بخش وجوه فراهم کر دیتا هے - اگر هم دیکھتے هیں که ایک
بدکار شخص دنیا میں سرسبز هے ' یا ایک شریف اور نیک

آدمی مصیبت میں مبتلا ہے؛ تو ہم کو خواہ مخواہ اُلجھن ہوتی ہے کہ ایسی نامناسب اور بے جوڑ بات کیوں وقوع میں آئی ؟ خالق ارض و سما نے اس ناانصافی کی اجازت کیوں دی ؟ آوا گون کے ماننے والوں کی تشفی اس طرح ہو جاتی ہے کہ موجودہ جنم کی حالت ، راحت ہو یا مصیبت ، پرانے جنموں کے کرموں کا مجموعی نتیجہ ہے - انسان کا کوئی فعل ایسا نہیں کہ جو وقوع میں آئے اور اپنا نتیجہ نہ پیدا کرے - جو نیک آدمی اس وقت مصیبت میں مبتلا ہے اس کی مصیبت غالباً اگلے جنموں کی بدکاریوں کا نتیجہ ہے ، اور جو برا آدمی آرام اور چین سے زندگی بسر کرتا ہے وہ اپنے پچھلے جنموں کے نیک اعمالوں کا فائدہ اُٹھا رہا ہے - ایک گروہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ ترشنا یا خواہش انسان کے واسطے اس لئے مضر ہے کہ خواہش کے حصول کے لئے اس سے مختلف افعال سرزد ہوتے ہیں ، اور ہر فعل اپنا اثر پیدا کرتا ہے ، جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ روح کا تعلق دنیا سے مضبوطتر ہوتا جاتا ہے - افعال اچھے ہوں یا برے ان کے نتائج کو پورا کرنے کے لئے روح کو ضرور جنم لینا پڑےگا - لہذا اگر آوا گون سے نجات حاصل کرنی منظور ہے تو پہلی شرط یہ ہے کہ ترشنا یا خواہش کو ترک کیا جائے ، اور اس ترک کے مسئلہ میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا ہے کہ —

ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولا ترک ترک

جہاں تک میں نے اس مسئلہ کو سمجھا ہے هندو یہ

نہیں کہتے کہ روح گذشتہ جنموں کے اعمال سے اس طرح جکڑی
ہوئی ہے کہ نئے جنم میں اسے مطلق آزادی نہیں حاصل ہے -
وہ سمجھتے ہیں کہ ایک حد تک ضرور ہر روح نئے جنم
میں اپنے پرانے اعمال سے متاثر رہتی ہے - مگر اس حد کے
اندر اس کو آزادی حاصل ہے - اس کو یوں سمجھئے کہ اگر
کوئی شخص مفلس گھر میں پیدا ہوا ہے تو اس افلاس کا
ایک حد تک اس پر اثر پڑےگا - مگر اس حد کے اندر
اس کو کوشش اور سعی کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے - یا
کوئی شخص گرم ملک میں پیدا ہوا ہے اور کوئی سرد
ملک میں ، کوئی ایسے ملک میں جو آزاد ہے ، کوئی ایسے
ملک میں جو غیر قوم کے تابع ہے - ان حالتوں میں گرمی
اور سردی ، آزادی اور محکومی کا اثر ان اشخاص کی زندگی
کو خاص خاص حدوں میں محدود کر دےگا ، مگر ان حدوں
کے اندر ان کو ترقی یا تنزل کا پورا اختیار ہے - ایک اور مثال
اس کی شطرنج کا کھیل ہے - کھیلنے والا چند قواعد کا پابند ہے
اور ان قواعد کی حد کے باہر نہیں جا سکتا ، مگر قواعد کی
حد کے اندر اس کو اپنی ذکاوت سے بازی جیتنے کا پورا حق
حاصل ہے ، جبر بھی ہے اور اختیار بھی ، اور دونوں کے لئے
حدود مقرر ہیں - یہ ہے مسئلہ جبر و اختیار کا حل جو
هندوستانی ذهانت نے دنیا کے رو برو پیش کیا ہے -

آوا گون یا تناسخ کی بنا پر حکماے ہند نے وجود انسانی
کے ایک دلچسپ مگر نہایت دقیق عقدہ کے حل کرنے کی
کوشش کی ہے - یہ مسئلہ ہے بجاے خود نہایت پرمغز اور

معنی خیز، اور غالباً اسي وجه سے دوسرے مذاهب میں بهي کبهي کبهي اس کا تذکرہ سنا جاتا هے - اسلام کے بهتر فرقوں میں ایک فرقه متناسخیه بهي تها جس کي نسبت صاحب غیاث‌اللغات لکهتے هیں کہ "متناسخیه گویند چون جان از قالب بر آید رواست کہ در کالبد دیگرے در آید" - [غیاث اللغات مطبوعه منشي گلاب سنگهه ۱۸۹۱ صفحه ۳۹۹] - ملک شام کے موجودہ اسلامی فرقوں میں نصیري اور دروز تناسخ میں اعتقاد رکهتے هیں * -

مولانا روم کے مشهور اشعار هیں —

آمدہ اول به اقلیم جماد
وز جمادي در نباتی اوفتاد
سالها اندر نباتي عمر کرد
وز جمادي یاد ناورد از نبرد
وز نباتي چون به حیوان اوفتاد
نامدش حال نباتی هیچ یاد
جز همان میلے کہ دارد سوے آن
خاصه در وقت بهار ضیمران
همچو میل کودکان با مادران
سر میل خود نداند در لبان

---

* (1) Taylor : Primitive Culture, vol. II, p. 15. Fourth edition. 1903. (Murray).

(2) Henri Lammens : Islam, pp. 168 and 172 (Methuen).

همچنین اقلیم تا اقلیم رفت
تا شد اکنون عاقل و دانا و زفت

(سوانح مولانا روم مولفه مولانا شبلي نعماني صفحه ۲۰۰)

ایک اور جگه فرماتے هیں :

تو ازان روزے که در هست آمدي
آتشي یا خاک یا بادي بدي
گر بدان حالت ترا بودي بقا
کے رسیدي مر ترا این ارتقا
از مبدل هستي اول نماند
هستي دیگر بجاے او نشاند
همچنین تا صد هزاران هستها
بعد یک دیگر دوم به از ابتدا

(سوانح مولانا روم مولفه مولانا شبلي نعماني صفحه ۱۵٦)

ایک اور شعر بهي آپ کي طرف ملسوب کیا جاتا هے —

هم چو سبزه بارها روئیده ام
هفت صد هفتاد قالب دیده ام

فارسی کا ایک دوسرا شاعر ابن یمین کهتا هے —

زدم از کتم عدم خیمه به صحراے وجود
از جمادي به نباتي سفرے کردم و رفت
بعد ازانم کشش نفس به حیواني برد
چون رسیدم بوے از وے گزرے کردم و رفت

بعد ازاں در صدف سینۂ انسان بہ صفا
قطرۂ هستی خود را گہرے کردم و رفت
با ملائک پس ازاں صومعۂ قدسي را
گرد برگشتم و نیکو نظرے کردم و رفت
بعد ازاں رہ سوے اُو بردم وچوں ابن یمین
همه او گشتم و ترک دگرے کردم و رفت
(شعرالعجم مصنفه مولانا شبلی نعمانی حصه دوم صفحه ۳۰۲)

میں یه نهیں کهتا که ان بزرگوں نے تناسخ کے مسئله کو بالکل اسي طرح مان لیا تها جس طرح که هندوؤں کا آوا گون کا عقیده هے، مگر یه کهنا هٹ دهرمي هے که ان اشعار میں اس مسئله کي جهلک نهیں دکهائي دیتي - انیسویں صدي میں بعض فرنگي حکما کا رجحان اس طرف تها، اور تهیاسوفسٹ گروه نے تو آوا گون کے مسئله کو ري انکارنیشن (Re-incarnation) کے نام سے اپنے عقائد میں شامل کر لیا هے -

اس جگه شاید یه ظاهر کر دینا بهی مناسب هوگا که گو هندو مختلف دیوي دیوتاؤں کو پوجتے هیں لیکن ان کو مشرک سمجهنا غلطي هے - ویدوں میں ایک رشي نے کها هے "ایک هستي هے جس کو لوگ مختلف طریقوں سے بیان کرتے هیں - کوئي اگنی کهتا هے، کوئي یَم، کوئي ماترِشْوں" - کوئي هندو ایک سے زیاده خدا کو نهیں مانتا - اُسے کسي نام سے پکارئے، ایشور کهئے یا بهگوان کهئے یا پرماتما کهئے، وه ایک هي هے اور اس کا کوئي شریک نهیں

ہے - جاہل سے جاہل گنوار سے بھی آپ پوچھئے تو وہ یہی
کہے گا دیوی دیوتاؤں کو وہ مانتا ہے، اوتاروں کی کتھائیں
سنتا ہے، گانوں میں پیپل کے درخت کے نیچے پتھروں کو
پوجتا ہے، مگر وہ خوب سمجھتا ہے کہ دیوی دیوتاؤں سے اوتاروں
اور پتھر کے ٹکڑوں سے الگ اور پرے ایک ہستی ہے جو سب
سے افضل ہے، جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے، جس کو
آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، جو دماغ میں نہیں سما سکتی،
اور جس کی ہر شخص اپنے اپنے طریقہ سے پرستش کرتا ہے -
ایکم برہمیوادویتیم एकं ब्रह्मैवाद्वितीयम् مشہور اور قدیم
مقولہ ہے - اس کے معنی ٹھیک وہی جو الا اللّٰہ کے
ہیں، یعنی برہم ایک ہے دوسرا نہیں - پنڈت بشن نراین
در صاحب مرحوم کے ذہن میں غالباً یہی خیال تھا جب
انہوں نے اپنی نظم "عظمت ہند" میں یہ شعر کہا
تھا —

ہم مقدم ہیں خبر ہم کو مؤخر کی تھی
جب کہ قرآن نہ تھا حافظ قرآن ہم تھے

شاید یہ کہا جائے کہ ہندوؤں کے یہاں مختلف دیوی
دیوتاؤں کی پوجا کا رواج ہے اور وہ بتوں کو پوجتے ہیں -
اس طرح کے توہمات ہر مذہب کے پیرووں میں پائے جاتے
ہیں - اسلام نے توحید کی کس سختی کے ساتھ تاکید
کی تھی، تاہم مسلمانوں میں قبر پرستی اور پیر پرستی
کا رواج ہے، اور ایسی رسمیں رائج ہیں جن کو مسلمان

علما بدعت سے تعبیر کرتے هیں اور جن کي مخالفت نجد کے
وهابي اس زور شور سے کر رهے هیں - مسلمانوں میں ایک
فرقہ نصیریوں کا هے جو حضرت علی کو خدا مانتا هے -
فرنگستان کے عسائیوں کے عقائد کي بنیاد تثلیث پر هے '
اور یونيٹیرین (Unitarian) فرقہ کے معدودے چند ممبر
عیسائی کلیسا سے خارج سمجھے جاتے هیں - رومن کیتھولک
مذهب والوں کے گرجاؤں میں برابر تصویریں رکھي جاتی
هیں اور ان کے یہاں Saints یعني پیروں کي پرستش
هوتي هے' تاهم عسائیوں کو کوئي مشرک نہیں کہتا -

دوسرا اهم مسئلہ جو هندو مذهب سے وابستہ هے ورن
آشرم یا ذات کي تفریق کا هے جس کو انگریزي میں کاسٹ
سسٹم (Caste System) کہتے هیں - غالباً شروع میں قومي
غرور کي بنا پر یہ تفریق پیدا هوئي هوگي جس طرح آج
جنوبي افریقہ اور امریکا میں اهل فرنگ حبشیوں سے نفرت
کرتے هیں اور ان سے الگ رهتے هیں - اسي طرح هندوستان
میں فاتح کي حیثیت سے داخل هوکر آریوں نے بھي اپني
نخوت اور تکبر کا اظہار غیر آریہ مفتوح قوموں کے مقابلہ
میں کیا هوگا - یہ تفریق کا پہلا زینہ تھا - اس کے بعد قوم
کے فرق سے گزرکر آریوں میں مختلف پیشہ والوں کي
مختلف ذاتیں قائم هو گئیں - پہلے پہل چار ذاتیں
برهمن ' چھتري ' ویش ' شودر کے نام سے قائم هوئیں -
اس کے بعد ذاتوں کي تعداد اس قدر بڑھی کہ آج ان کا
شمار کرنا بھي مشکل هے - اگر ایک ذات کے لوگ کسي

وجہ سے اپنی آبائی سکونت چھوڑ کر کسی نئی جگہ جا بسے
تو بس ان کی ایک نئی ذات قائم ہوئی اور اس گروہ
نے اپنے تئیں اس ذات کے پرانے گروہ سے الگ کر لیا - ہندؤوں
کا سوشل نظام ذاتوں کا ایک گورکھ دھندا ہے جس کے بدیہی
دو اصول ہیں - ایک یہ کہ شادی ذات کے باہر نہیں ہو
سکتی، اور دوسرے یہ کہ ایک ذات کا آدمی دوسری ذات
والے کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے حتیٰ کہ بعض
ذاتیں ایسی ہیں جو اچھوت کہلاتی ہیں اور جن کو وہ
لوگ جو اپنے تئیں بزعم خود اونچی ذات والا سمجھتے ہیں
چھونے سے بھی پرہیز کرتے ہیں - یہ تفریق موروثی ہے -
نیچی ذات والا چاہے کیسا ہی قابل اور نیک کردار کیوں
نہ ہو کبھی اونچی ذات میں ترقی نہیں پا سکتا، اور اونچی
ذات والا کیسا ہی بدکردار کیوں نہ ہو اپنی ذات سے نیچے
نہیں گرایا جا سکتا - کہا جاتا ہے کہ اس تفریق کے روحانی
اسباب ہیں جس طرح دنیا میں ذہن، محنت اور تجربہ
سے انسان درجہ بہ درجہ ترقی کر سکتا ہے اور چھوٹے درجے
سے اونچے درجے پر پہونچ سکتا ہے اسی طرح روح آوا گون
کے سلسلہ میں ذاتوں کے مختلف مدارج طے کر سکتی ہے -
مثلاً جو روح غیر مہذب اور غیر تربیت یافتہ ہوگی وہ پہلے
شودروں کی نیچی ذات میں پیدا ہوگی - اگر اس زندگی
میں اس نے اچھے کرم کئے تو اس کا دوسرا جنم کسی
اونچی ذات میں ہوگا، اور اسی طرح رفتہ رفتہ اس کو
ترقی کا موقع ملے گا - مگر مشکل یہ ہے کہ اگر اقوال اور افعال

کی میزان میں تولی جائیں تو بہت سی برہمنوں کی روحیں شودروں سے بدتر اور بہت سی شودروں کی روحیں برہمنوں سے برتر نظر آویں‌گی - کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ عالم ارواح میں ایسی پریشانی اور برہمی پیدا ہو گئی ہے کہ روحیں اپنی قابلیت اور لیاقت کے مطابق اونچی نیچی ذاتوں میں جنم نہیں پاتیں ؟ اگر ایسا ہے تو ذات کی تفریق کی روحانی بنیاد قائم نہیں رہتی، اور نہ دنیا کا سوشل نظام ذاتوں کی تفریق پر قائم رہ سکتا ہے -

اس ذات کی تفریق کا ہندو قوم پر جو اثر ہوا وہ ظاہر ہے - نہ صرف یہ کہ اس کی بنیاد سراسر ناانصافی پر ہے، بلکہ اس کی وجہ سے ہندؤوں کا شیرازہ بالکل بکھر گیا ہے، اور ہندو قوم پاشاں و پریشاں ہو گئی ہے - اتفاق اور یکجہتی، مل‌کر کام کرنے کی قوت، ان میں زائل ہو گئی ہے، اور ان کی ہزاروں برس کی تاریخ میں قدم قدم پر ہندؤوں کے سوشل نظام کی کمزوری محسوس ہوتی ہے -

تیسرا اصول آشرم دھرم کا ہے - آشرم چار قائم کئے گئے ہیں - اول برہمہ چرج یا طالب علمی کا زمانہ - اس زمانہ میں طالب علم کا فرض تھا کہ گرو کے یہاں رہ کر تعلیم حاصل کرے - اس کے بعد دوسرا آشرم گرہستی یا خانہ‌داری کا تھا جب کہ طالب علم تعلیم ختم کرکے شادی کرتا تھا اور دنیادار کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا - بڑھاپا آنے پر گھر بار چھوڑ کر وہ تیسرے آشرم میں داخل ہوتا تھا اور وان پرستھ کہلاتا تھا - وان پرستھ کا فرض تھا کہ امور دنیوی سے کنارہ

کبھی کرکے اپنا وقت روحانی ریاضت میں صرف کرے -
آخری درجہ کا نام سنیاس ہے ' اور سنیاسی دنیا کے تمام
تعلقات سے بری سمجھا جاتا ہے - یہ کہنا مشکل ہے کہ
کوئی زمانہ ایسا تھا کہ جب کل ہندو قوم یا ہندو قوم کا
بڑا حصہ اس آشرم دھرم کا پابند تھا ' لیکن اس سے یہ ضرور
معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے رہبروں اور پیشواؤں نے کس طرح
کا آئیڈیل یعنی معیار قوم کی رہنمائی کے واسطے بنایا تھا
اور فرائض انسانی کی تعین اور تنظیم کیسے اچھے اصولوں
پر کی تھی - جاننے والے جانتے ہیں کہ اب آشرم دھرم کی
پابندی یا تو ہوتی ہی نہیں یا نام کے واسطے ہوتی ہے -
لڑکوں کا جنیو ضرور کیا جاتا ہے ' مگر محض ادائے رسم کے
واسطے - برہم چرج کے اصول کی پیروی نام کو بھی نہیں
ہوتی - بچپن میں شادیاں کر دی جاتی ہیں اور طالب علم
بننے سے پہلے لڑکا دنیادار بن جاتا ہے - سنیاسیوں کے گروہ
لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں ' مگر ان میں ہزار میں
سے شاید ایک بھی دنیا سے بے تعلق نہیں - مہنت ہیں '
جاگیردار ہیں ' گدی نشین ہیں ' عیش و آرام سے زندگی بسر
کرتے ہیں ' فسق و فجور میں مبتلا ہیں - اگر ان کا سوسائٹی
پر کوئی اثر ہے تو یہ کہ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں - ہاں '
ایک بات ضرور ہے ' اور یہ غالباً اسی آشرم دھرم کی تلقین
کا اثر ہے جو ہندوؤں کے رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے
کہ باوجود ریاکاری کی کثرت کے اب بھی امیر سے امیر اور
اونچے سے اونچے طبقے میں کبھی کبھی ایسے لوگ نکل

آتے هیں جو دنیاوی تعلقات کو ٹھوکر مارکے سچے اور صحیح معنوں میں فقیرانہ زندگی اختیار کر لیتے هیں - یہ بات اهل فرنگ کے لئے غالباً ممکن نہیں -

چوتھا اصول جس پر هندؤوں کا اعتقاد هے اور جس پر، سب کا نہیں، تو بہت سے هندؤوں کا عمل هے وہ اهنسا هے - هنسا کے معنی هیں ایذا پہونچانا یا قتل کرنا، اور اهنسا کے اصول کی تلقین یہ هے کہ کسی جاندار کو ایذا نہ پہونچائی جائے - جین مت والے اس اصول کو سب سے زیادہ مانتے هیں - هندؤوں میں کروروں آدمی غالباً ایسے هیں جو گوشت کھانا گناہ سمجھتے هیں - ویدوں کے زمانہ میں قربانی کا بہت رواج تھا، مگر بودھ مت اور جین مت کے اثر نے اس کو رفتہ رفتہ بہت کم کر دیا - هندؤوں کے بعض فرقوں میں قربانی اب بھی جزو مذهب سمجھی جاتی هے، مگر هندو عام طور سے خصوصاً برهمن اور ویش قربانی اور هنسا سے پرهیز کرتے هیں، اور ان کو برا سمجھتے هیں - گوشت خوار فرقوں میں بھی گوشت نہ کھانا افضل سمجھا جاتا هے، اور ان میں بھی جن لوگوں کا رجحان مذهب کی طرف زیادہ هوتا هے وہ گوشت کھانا چھوڑ دیتے هیں - بعض لوگ اهنسا کی پابندی میں ضرورت سے زیادہ مبالغہ کرتے هیں - سنا جاتا هے کہ مغربی هندوستان میں اهنسا کے ایسے پابند بھی هیں جو کھٹملوں کو نہیں مارتے، مگر رات کو اپنے تئیں ایذا سے بچانے کے لئے یہ التزام کرتے هیں کہ دن کو مزدوروں کو اجرت دیکر چارپائیوں پر سلاتے هیں - کھٹمل ان

کا خون پی کر سیر ہو جاتے ہیں اور رات کو چارپائیوں کے مالکوں کو نہیں کاٹتے - گیتا میں کرشن جی کی تعلیم کچھ اور ہے - وہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کا دھرم اس کے لئے مقرر ہے، کسی شخص کو اپنا دھرم چھوڑ کر دوسرے کا دھرم نہ اختیار کرنا چاہئے - اور وہ ارجن کو جنگ کرنے کی ترغیب اس بنا پر دیتے ہیں کہ ارجن چھتری ہے اور حق کے واسطے لڑنا اور اپنے مخالفین کو قتل کرنا چھتری کا دھرم ہے - مجھے یاد آتا ہے کہ ایک مرتبہ اس مسئلہ کے متعلق ڈاکٹر اینی بسنٹ سے کسی نے بنارس میں یہ سوال کیا کہ شیر کو مارنا چاہئے یا نہیں - انہوں نے جواب دیا کہ تم گرہست ہو، اور ایسے موذی جانوروں کو قتل کرنا تمہارا فرض ہے، میں سنیاسی ہوں اور میرے یہاں سانپ تک کو مارنا منع ہے، مگر گرہست کا دھرم سنیاس کے دھرم سے الگ ہے - یہ بالکل صحیح ہے اور اگر یہ اصول مد نظر رکھا جاے تو اکثر غلط فہمیاں رفع ہو جائیں - میرے خیال میں ہندؤں کے رسم و رواج میں بعض خرابیاں اس وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں کہ گرہستوں کی زندگی میں سنیاس کے اصول داخل کر دئے جاتے ہیں اور دنیاداروں کا طریق عمل درویشوں کے معیار سے جانچا جاتا ہے -

ہر اصول، ہر عقیدے، ہر انسانی فعل کے واسطے لازم ہے کہ اس کا نفاذ حدود مقررہ کے اندر ہو، اور اس کی پابندی میں ایسا مبالغہ نہ کیا جاے جو عقل سلیم کے خلاف ہو، یا جو اصول کے مغز کو چھوڑ کر محض ظاہری نمائش کو

اپنا مسلک قرار دے ۔ اهنسا کا اصول عمدہ هے، مگر کسي
اصول کي پابندي میں اس طرح کا مبالغہ کرنا همیشہ ضرر
رساں هے، کیونکہ ایسا کرنے سے اُس میزان تہذیب میں فرق
آ جاتا هے جس کے قیام پر انساني تمدن کا دار و مدار هے ۔
انساني تمدن مختلف اصول اور اعمال کا مجموعہ هے ۔ هر
اصول اور عمل اپني اپني جگہ پر صحیح هے، مگر جب
اپني جگہ سے گذر جاتا هے تو کل مجموعہ کو پریشان کرکے
تمدن اور تہذیب کو بگاڑ دیتا هے ۔

هندو مذهب کا ایک اور نمایاں اصول رواداري یا ٹالریشن
هے ۔ هندؤں کا عقیدہ هے کہ راستے مختلف هیں مگر منزل
ایک هے ۔ انسانوں کے مختلف گروہ مختلف طریقوں کو اختیار
کرتے هیں، مگر غرض و غایت سب کي ایک هے ۔ عیسیٰ
بدین خود موسیٰ بدین خود ۔ خدا خالق کائنات هے ۔ اس
کا لطف و کرم اپنے سب بندوں پر هونا چاهئے ۔ آفتاب کي
حرارت، چاندني کي ٹھنڈک، موسموں کا تغیر، کسي خاص
گروہ کے لئے مخصوص نہیں ۔ هاں، یہ هو سکتا هے کہ کسي باغ
کي آرائش گلاب اور چنبیلي سے هو، اور کسي کي گل داؤدي
اور گل نیلوفر سے ۔ کہیں انگور اور انار پیدا هوں، اور کہیں
آم اور انجیر ۔ لیکن یہ بات هندؤں کي سمجھ میں نہیں
آتي کہ خلاق عالم کسي ایک قوم کو ایک خاص مذهب
کي تلقین کرے اور باقي اقوام کو کفر و جہالت میں مبتلا
رکھے، اور پھر ان کے واسطے اس کفر و جہالت کي سزا مقرر
کرے ۔ گیتا میں لکھا هے "جو لوگ جس طرح میرے پاس

آتے هیں میں اسي طرح ان سے ملتا هوں - اے ارجن، مَنُش لوگ هر طرح میرے راستے پر آتے هیں "- تاریخ عالم اس بات کي شاهد هے کہ مذهب کي بنا پر دنیا میں جس قدر کشت و خون هوا هے شاید هي کسی اور وجه سے هوا هو - فرنگستان میں کیتهولک اور پروتستنت کے جهگڑے صدیوں تک قائم رهے۔ بادشاهوں میں جنگ و جدل هوئي، صوبے کے صوبے اور ملک کے ملک ویران کئے گئے، پروتستنت کو کیتهولک جلاتے تهے، اور کیتهولک کو پروتستنت طرح طرح کي ایذائیں پهونچاتے تهے - اسلام میں بهي مذهبي عقائد کی بنا پر کافي خونریزي هوئی هے - سنی اور شیعه، اشاعره اور معتزله کے جهگڑوں سے کون واقف نهیں ؟ مگر هندوؤں نے ان باتوں کو روا نهیں رکها - یه تو کهنا مشکل هے کہ کسي ذي اثر فرقه نے یا کسي ذي اثر حاکم نے کبهي اور کسي حالت میں اپنے اثر یا اپنی طاقت کا بیجا استعمال نهیں کیا، لیکن اگر ایسا هوا بهي تو اتنا کم کہ نه هونے کے برابر هے - اور هندوؤں کا یه فخر بجا هے کہ انهوں نے مذهبي اختلاف کي بنا پر کبهی خونریزي نهیں کي - آج کل بهي هندو مسلمانوں کے جو قضئے سننے میں آتے هیں اگر جرح و قدح کیجئے تو معلوم هوگا کہ وہ مذهب کے جهگڑے نهیں هیں، بلکہ ان کي ته میں قومي نخوت اور تکبر یا کوئي سیاسي حکمت کام کر رهی هے - مذهب کي بنا پر سختي اور جبر تو اس وقت هوتا هے جب کسي خاص مذهب کے پیرو اس بات پر تُل جاتے هیں کہ ایک

انهیں کا مذهب خدا تک پہونچنے کا ذریعہ هے ' اور صرف وهی راز الهی کے امین هیں - جو لوگ ان عقائد سے هٹے هوئے هیں وہ خدا سے هٹے هوئے هیں' اور اس لئے سزا کے قابل هیں - جہاں تک عقائد مذهبی کا تعلق هے هندؤوں کے یہاں پوری آزادی هے' اور وہ عقائد کے اختلاف کی وجہ سے کسی کو گردن زدنی نہیں سمجھتے - انہوں نے محض نمائش کے لئے نہیں بلکہ در حقیقت' محض دماغ سے نہیں بلکہ دل سے ' اس مفہوم کو سمجھا هے -

زمانہ بھر میں هے اس کا جلوہ کبھی کسی جا کبھی کسی جا
وهی هے کاشی کے مندروں میں وهی دیار حجاز میں هے

میں اس سے پہلے کہ آیا هوں کہ آوا گون کا عقیدہ هندو مذهب کا جزو اعظم هے - جس وقت تک دنیا سے تعلق قائم هے هر روح اپنے اعمال کے مطابق بار بار پیدا هوتی رهےگی' اور جس وقت تک یہ سلسلہ قائم هے اس کو نجات ابدی حاصل نہیں هو سکتی - نجات یا مکتی کے یہ معنی هیں کہ آوا گون کا سلسلہ توت جائے' اور روح یا جیو آتما اس قید سے آزاد هو جائے - نجات حاصل کرنے کے تین خاص راستے هیں' ایک کرم' دوسرے گیان ' تیسرے بھکتی - هندؤوں کی پرانی کتابوں میں یگ اور قربانی کا ذکر آتا هے ' جس سے معلوم هوتا هے کہ یگ کی مذهبی رسم آریوں سے مخصوص تھی اور وہ اس کو اپنے دنیاوی اور روحانی مقاصد کے حصول کے واسطے ضروری اور اهم خیال کرتے تھے - کرم یا کرم کانڈ کے راستہ سے یہ مراد هے کہ مذهب نے جو طریقے پوجا پاٹھ یگ یا قربانی کے مقرر

کر دئے ھیں اور جو قواعد زندگی بسر کرنے کے لئے منضبط
کر دئے ھیں ان کی پابندی کی جائے - سندھیا ' ترپن ' تیرتھ
یاترا ' مرنے جینے کے سنسکار سب اس میں شامل ھیں - اس
اصول کے مطابق اخلاق اور دھرم کا جو دستور العمل پیشوایان
دین کی طرف سے کتب مقدسہ میں مقرر کر دیا گیا
ھے اس کی پابندی ھر انسان پر لازم ھے - اور یہی برکات
دنیاوی اور نجات روح کا وسیلہ ھے - ھر مذھب کی تاریخ
سے معلوم ھوتا ھے اور قیاس بتاتا ھے کہ آریوں کے مذھبی
اِرتقاء میں بھی ایک زمانہ وہ آیا ھوگا کہ جب اعتقاد میں
ضعف آ گیا ھوگا اور پوجا اور یگ خلوص دل سے نہیں
بلکہ محض نمائش یا پابندی رواج کے واسطے کئے جاتے ھوں گے '
آمد آورد سے بدل گئی ھوگی اور فرائض مذھبی پر تصنع
کا رنگ چڑھ گیا ھوگا - اس وقت یہ کہا گیا کہ کرم کانڈ کا
طریقہ ناقص ھے اور اصلیت سے دور - انسانی کمزوریوں کی
بنا اَودیا یا ناواقفیت ھے - ھم دیکھتے ھیں کہ انسان اصلیت کی
طرف سے بے پروا ھے اور دنیا کی حرص و ھوا میں مبتلا -
فانی اور غیر فانی میں تمیز کرنا اس کے لئے مشکل ھے - وہ
نفس امارہ کی اطاعت میں منہمک ھے ' اور جو چیز کہ ابدی اور
لازوال ھے اس کی فکر نہیں کرتا - یہ سب اس وجہ سے ھوتا ھے
کہ انسان ناواقف اور جاھل ھے - اس کی دوا یہ ھے کہ وہ
گیان یعنی حقیقت کا علم حاصل کرے - گیان کے حاصل کرنے
کا ایک طریقہ یوگ ھے جس کا چرچا اور رواج ھندوستان
میں عرصہ سے ھے - یہ طریقہ کرم کانڈ کی پابندیوں سے الگ

هے اور اس کا خاص جزو ریاضت هے، جس کا علم اور جس
کا عمل یوگیوں هي سے حاصل هو سکتا هے - یوگي مذهب کي
ظاهری نمائش اور رسم و رواج کي پروا نهیں کرتا - وہ
علم لدني اور رموز روحانی کا متلاشی هے کیونکہ اسی علم و عمل
کو ذریعۂ نجات سمجهتا هے - یوگیوں کے متعلق بہت سي
روایتیں مشهور هیں، کوئي هوا پر اُڑتا هے، کوئي بغیر کهائے پیئے
صدیوں زندہ رهتا هے، کوئي جب چاهتا هے نظروں سے غائب هو
جاتا هے، اور جب چاهتا هے ظاهر هو جاتا هے، وقت اس کے
قابو میں هے اور بُعد منزل کي اس کے سامنے کوئي حقیقت
نهیں - مگر یہ سب معجزے اور کرشمے جو عوام کو حیرت میں
ڈال دیتے هیں سچے اور حقیقي یوگي کے سامنے بازیگر کے
تماشے سے زیادہ وقعت نهیں رکهتے - اس کي ریاضت کا مآل هے
آوا گون سے آزاد هوکر نجات ابدي حاصل کرنا - دوران ریاضت
میں اگر اس کو یہ حیرت انگیز قوتیں حاصل هو جاتي هیں
تو هوں، وہ ان سفلی جهگڑوں میں پڑکر اپنے مقصد اعلیٰ کو نظر
انداز نهیں کرتا، اور اپني تمام کوشش اور همت اسي مقصد کے
حصول میں صرف کرتا هے - یوگ کے متعلق دو باتیں اور کهي
جاتی هیں، اول یہ کہ یوگ کي راہ بہت کٹهن هے اور اس
میں قدم قدم پر غلطی اور لغزش کا اندیشہ هے، لهذا کامیابی
کی پهلي شرط یہ هے کہ سچے اور کامل مرشد کي تلاش کی
جائے اور ریاضت کے مدارج مرشد کے قدموں کے نیچے طے کئے
جائیں - دوسرے یہ کہ چونکہ یوگی کو فوق العادۃ طاقتیں حاصل
هو جاتي هیں جن کا نامناسب استعمال سوسائٹي کے واسطے

ضرر رساں ہے ' اس لئے مرشد کو چاہئے کہ کسی کو چیلا بنانے سے پہلے اچھی طرح اس کی جانچ پرتال کر لے اور چیلا اسی کو بناوے جس کو اس کا اہل سمجھے- جس طرح ہم دنیا میں روز دیکھتے ہیں کہ ایک شخص پہلوان ہے مگر وہ اپنی جسمانی قوت کا استعمال ناجائز کرتا ہے ' غریبوں اور کمزوروں کو دھمکاتا ہے ' اور ان پر ظلم کرتا ہے - یا کسی شخص کا ذہن نہایت رسا ہے ' مگر وہ اس کو اچھے کام میں لگانے کی جگہ اس سے جعل اور فریب کے مقدمے تیار کرتا ہے- اسی طرح اگر یوگی کا اخلاق اعلیٰ نہیں ہے اور نفس امارہ اس کے قابو میں نہیں ہے ' تو وہ یوگ سے حاصل کی ہوئی طاقتوں کا ناجائز استعمال کرےگا ' خلق اللہ کو اذیت پہونچائےگا اور اپنی روح کو تباہ کرےگا - اسی لئے گرو پر چیلے کی اہلیت کا امتحان لازمی کر دیا گیا ہے -

ان کے علاوہ تیسرا راستہ بھکتی کا ہے- اس میں نہ پوجا پاٹھ کی پابندی ہے ' نہ ریاضت کی ضرورت ' محض عشق الٰہی کافی ہے - اگر عاشق صادق ہے تو محض اس کا عشق اس کی نجات کے واسطے کافی ہے - گیتا میں بھکتی کی تعلیم و تلقین ہے ' اور ازمنہ وسطیٰ میں بنگال ' مہراشٹر اور شمالی ہندوستان' میں جتنے وَیشنو مہنت ہوئے ' مثلاً رامانند ' کبیر ' نانک ' چیتن ' تکارام ' وغیرہ ' ان سب نے بڑے زور شور سے بھکتی کی ' تلقین کی اور سچے بھکتوں کی پریم کے بھاؤ یعنی محبت کے کیف کو یوگ کی ریاضت اور کرم کی پابندیوں سے افضل اور بارگاہ ایزدی میں مقبول‌تر بتایا -

بھکتي کا مطلب محض زبان سے نہیں سمجھایا جا سکتا، کیونکہ
وہ محویت اور وہ انبساط، وہ کیف اور وہ سرور

آن شرح ندارد کہ بہ گفتار در آید

یہ کافي نہیں کہ انسان بھکتي کی ماہیت کو منطق کے
دلائل اور دماغ کي قوت سے سمجھ جائے، بلکہ ضرورت اس بات
کي ہے کہ پریم اور محبت کے ولولہ اور جوش کو وہ اپنے جذبات
دلي اور واردات قلبیہ میں اس طرح تبدیل کرلے کہ دونوں میں
کوئي فرق نہ باقي رہے، اور کسی کي تعلیم و تلقین سے نہیں بلکہ
اپنے ذاتي تجربہ سے عشق الٰہي کي حقیقت اس پر روشن ہو
جائے - یہي وہ کیفیت ہے جس کا نام ہندؤوں نے جیون مکت رکھا
ہے - یہي وہ کیفیت ہے جس کے متعلق فارسی کا اُستاد کہ گیا ہے —

آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

یہي وہ آنند یعني سرور کي حالت ہے جس کو ایک عیسائي
درویش نے ان الفاظ میں بیاں کیا ہے —

Peace that passeth understanding,

یعني آتما کی وہ شانتي اور وہ سکون قلب جو ادراک انساني
سے بالاتر ہے - جس نے یہ پا لیا اس نے سب کچھ پا لیا -
اس کو نہ پوجا پاٹھ کي ضرورت ہے، نہ نماز روزہ کي - یوگ اور
ریاضت اس کے لئے تحصیل حاصل ہے، اور ویدوں اور شاستروں
کي تعلیم قطعي بے ضرورت - کیا عجب ہے کہ مولوي معنوي
نے اسي کیفیت کو سمجھا ہو اور اسي کي طرف اشارہ کیا ہو؟

من ز قرآن مغز را برداشتم
استخوان پیش سگاں انداختم

بے شک مغز کے حصول کے بعد درویش استخواں شے بے نیاز
ہو جاتا ہے - اسی سلسلہ میں مایا کا ذکر کر دینا بھی لازم ہے -
مایا کے معنی ہیں دھوکا - بہت سے ہندؤوں کا عقیدہ ہے کہ روح
اور خدا، جیو آتما اور پرماتما اصل میں ایک ہیں - دنیا محض
فانی ہی نہیں ہے بلکہ ایک دھوکا ہے جو جیو آتما کو پرماتما سے الگ
کرتا ہے - جس طرح قطرہ دریا سے الگ ہوکر دریا کو بھول جاتا ہے
اور خودی کے گھمنڈ میں اپنی چھوٹی سی ہستی پر ناز کرنے
لگتا ہے، اور اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے ؛ اسی طرح جیو آتما
یا روح برھمہ یا خدا سے جدا ہو کر اپنی اصلیت کو بھول جاتی ہے
اور مایا کے جال میں پڑ کر جو چیز فانی ہے، جس چیز کی
کوئی اصلیت نہیں ہے اس کو غیر فانی اور اصلی سمجھنے لگتی
ہے - اس ناواقفیت اور جہالت کو دور کرنے کے لئے ضرورت ہے گیان
یا حقیقت کے علم کی - گیان کے حاصل ہونے کے بعد مایا کا
پردہ اٹھ جاتا ہے، اور حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے - اسی گیان
کے حاصل کرنے کے لئے کوئی پوجا پاٹھ کرتا ہے ؛ کوئی کتابیں
پڑھتا ہے، کوئی ریاضت کرتا ہے، مآل ہر ایک کا وہی ہے، یعنی
مایا کے پردہ کو ہٹا کر برھمہ گیان یاحقیقت کے راز سے آگاہی حاصل
کرنا اور جیو آتما کو مایا کے دھوکے سے آزاد کرکے پرماتما میں
ملا دینا - اسی کا نام نجات ہے، اور اسی کا نام مکتی ہے - ع

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا -

کبیر صاحب کے حالات

گیارھویں صدی عیسوی میں جنوبی ھندوستان میں ایک بزرگ رامانج نامی ھوئے ھیں - یہ ترچناپلی کے قریب سری رنگم میں رھتے تھے - انہوں نے ویدانت سوتر کی شرح لکھی جو "سری بھاش" کے نام سے مشہور ھے' اور شری سمپردائے کے نام سے ویشنووں کا ایک پنتھ چلایا جس کی بنیاد بھکتی پر ھے اور جس میں شریک ھونے کی عوام کو دعوت دی گئی - ذات کی تفریق تو توڑ نہ سکے مگر رامانج نے یہ ضرور کہا کہ نجات کا راستہ نیچ ذات والوں کے واسطے بھی اُسی طرح کھلا ھوا ھے جس طرح اونچی ذات والوں کے واسطے - روحانی معاملات میں وہ بخل کرنے کے قطعی خلاف تھے - بھکت مال میں لکھا ھے کہ "جو اُپکار جگت کے واسطے سوامی رامانج نے کئے تحریر سے باھر ھیں - یہ مرکوز خاطر رھتا تھا کہ کسی طرح آدمی بھگوت کے سَنمُکھ ھووے - چنانچہ جب ان کے گُرو نے شرناگتی منتر اُپدیش کیا اور یہ ھدایت فرمائی کہ یہ منتر جو کوئی سنتا ھے پھر اس کو جنم نہیں ھوتا - تم کسی سے اس منتر کو نہ کہنا - تب سوامی جی نے یہ سمجھا کہ مجھ کو اگر گناہ عدم تعمیل گُرو کا ھووے تو عذاب دوزخ گوارا ھے' لیکن کسی طرح اس جہان کا بھلا ھو - اس واسطے منتر مذکور بہ آواز بلند لوگوں کو سنایا" - [بھکت مال صفحہ ۴۹] - اس سے معلوم

ھوتا ھے کہ مذھبی معاملات میں وہ فراخ دل تھے اور ان کے
خیالات اور ان کا راستہ عام ھندؤوں سے الگ تھا -

گُرو چیلے کے سلسلہ کا حساب لگایا جاے تو رامانجؒ
کے بعد پانچویں پیڑھی میں رامانند پیدا ھوئے - ان کا
زمانہ چودھویں صدی عیسوی کا اختتام اور پندرھویں صدی
کا آغاز ھے - ان کی نسبت یہ مشہور ھے کہ ایک عرصہ تک
تیرتھ یاترا کرنے کے بعد جب گُرو کی خدمت میں
واپس آئے تو ان کے ھم‌مذھبوں کو شک ھوا کہ سفر کے
زمانے میں کھانے پینے کے وہ قیود جن کو وہ دھرم کا
جزو لاینفک سمجھتے تھے رامانند سے پورے طور سے نہیں
نبھ سکے اس واسطے انہوں نے رامانند کو اپنے گروہ سے
الگ کر دیا، اور رامانند نے اپنی سمپرداے علحدہ چلائی
اور "از روے شاستروں کے یہ ثابت کیا کہ جو شخص بھگوت
سرن ھوکر بھگوت بھکتی اختیار کرے تو اس کی نسبت
پابندی برن آشرم کی فضول ھے - اس واسطے یہ طریق جاری
کیا کہ جو کوئی ھر چہار برن والا کسی سمپرداے میں بھگوت
سرن ھوکر بھگوت بھکتی اختیار کرے سب خور و نوش
شامل ھو کچھ خصوصیت برن یعنی قوم کی نہ رھے -
اگرچہ اس باب میں احکام کثیر پائے جاتے ھیں لیکن
دو ایک کا ترجمہ لکھا جاتا ھے - نارد پنچ‌راتر میں لکھا ھے
کہ جس طرح باپ اور گرو کے گوت سے اس آدمی کا گوت
مشہور ھوتا ھے اسی طرح بھگوت بھکتی اختیار کرنے سے
اچت یعنی بھگوت کا گوت ھو جاتا ھے - سو سب بھکت

باھمدگر بھائي ھیں - اگست سلگھتا میں لکھا ھے کہ جس طرح
برھمچرج ' گرھست ' بان پرست ' سنیاس ' چار آشرم ھیں ' اسی
طرح بھگوت بھکتي آشرم ھے ' یعني سب بھگوت بھکت ایک قوم
ھیں - بھاگوت میں لکھا ھے کہ جو برھمن سب اپنے کرموں میں
سادھان ھے لیکن بھکت نہیں اس سے کوئی نیچ قوم جو
بھکت ھوے بہتر ھے ' اور ایک تصدیق یہ بھي ھے کہ بھگوت
نے بعد ختم ھونے جگ راجہ جدھشتھر کے بالمیک نیچ قوم
کي بہ‌سبب بھگوت بھکتی کے سب برن آشرم والوں سے زیادہ
عزت کري اور خاص رسوئي راجہ جدھشتھر میں بٹھلاکر
دروپدي کے ھاتھ سے بھوجن کرایا - غرض اسي طرح کي بہت
گواھي ھیں - سو یہ طریق جاري کردہ راماننَد جي کا ان
اقوام میں جو کہ دنیادار ھیں مروج نہیں ' اِلا جو قوم کہ
دنیا کو چھوڑکر کسي سمپردائے میں بھگوت سرن ھوئي یعني
برکت ھوئی ' ان میں اب تک مستعمل ھے" - [بھکت مال
صفحہ ۵۳] - راماننَد جي نے اپنا متھ بنارس میں قائم کیا
تھا اور ان کے مشہور چیلوں میں علاوہ برھمنوں کے ایک
مسلمان جولاھہ تھا ' ایک جاٹ ' ایک چمار ' اور ایک نائي -
اب اس مسلمان جولاھہ کا حال سنئے -

کبیر داس کي زندگي کے سوانح کسي مستند اور معتبر
کتاب میں نہیں ملتے - چودھویں پندرھویں صدیوں کي
تاریخیں چاھے وہ کسي ملک کي ھوں بادشاھوں کے حالات کے
اور ان کے جنگ و جدال کے کارناموں سے بھري پڑي ھیں -
مؤرخ اکثر شاھي دربار سے وابستہ ھوتے تھے ' قوم کے سوشل

حالات، تمدن کا ارتقا، مذاهب کا انقلاب، اِن باتوں کے سمجھنے اور لکھنے کي نه ان کو فرصت تھي نه لیاقت - میں تو کبیر کو خوش قسمت کہوں‌گا کہ ان کے زمانه میں نه سہي، ان کے مرنے کے کچھہ عرصه بعد سہي، مگر "آئین اکبري" میں اُن کا ذکر ان الفاظ میں ملتا تو هے —

"برخے بر آنکہ کبیر موحد آنجا آسوده بسا حقائق از زبان گفت و کردار او امروز درمیان است از فراخي مشرب و بلندي نظر مسلمانان و هندو دوست داشتے و چون خامه استخوان وا پرداخت برهمن بسوختن روے آورد و مسلمان بگورستان بردن" - [آئین اکبري - جلد دوم - مطبوعه نولکشور پریس سنه ۱۸۶۹ صفحه ۸۲ -]

[بعض کا بیان هے کہ کبیر موحد وهاں دفن هے اور لوگ اس وقت تک اس کے اقوال اور اس کے حالات بیان کرتے هیں - اس کے طریق کي وسعت اور اس کي نظر کي بلندي کي وجه سے مسلمان اور هندو دونوں اس کو دوست رکھتے تھے - جب وه مرا تو برهمن اس کو جلانا چاهتے تھے اور مسلمان دفن کرنا -]

صاحب "دبستان مذاهب" نے کبیر کا ذکر بیراگیوں کے حال میں اس طرح شروع کیا هے —

"کبیر جولاهه نژاد کہ از موحدان مشهور هندست بیراگي بوده گویند کبیر در هنگام مرشد جوئي پیش کاملان مسلمانان و هندو رفت - انچه مي جست نیافت، سر انجام

یکے اورا دلالت بہ پیر روشن رواں راماننډ برہمن نمود ؀ -
[دبستان مذاہب - صفحہ ٢٠٠ -]

[کبیر جولاہہ کہ ہندوستان کے مشہور موحدوں میں ہے بیراگی تھا - کہتے ہیں کہ کبیر گرو کی تلاش میں مسلمان اور ہندو کاملوں کے پاس گیا - جو ڈھونڈھتا تھا نہ پایا، آخرکار ایک شخص نے پیر روشن دل راماننډ برہمن کی طرف اس کو توجہ دلائی -]

کبیر داس کی پیدائش اور موت کی تاریخوں تک میں اختلاف ہے - کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ - زمانہ جدید کے وقائع نگاروں کا اتفاق اس پر معلوم ہوتا ہے کہ سمبت ١۴٥٥ میں پیدا ہوئے، اور سمبت ١٥٧٥ میں وفات پائی - اس حساب سے ان کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوتی ہے - وسکٹ صاحب نے غالباً اسی بنا پر کبیر صاحب کی پیدائش سنہ ١٣٩٨ ع میں، اور موت سنہ ١٥١٨ع میں بیان کی ہے - کبیر پنتھیوں میں ان کی پیدائش کے متعلق یہ پد مشہور ہے اور کبیر صاحب کے شاگرد رشید دھرم داس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے —

चौदह सौ पचपन साल गये चंद्रवार इक ठाठ ठये,
जेठ सुदी बरसायत को पूर्नमासी तिथि परघट भये ।

چودہ سو پچپن سال گئے چندروار اک ٹھاٹھ ٹھئے
جیٹھ سدی برسایت کو پورنماسی تتھی پرگھٹ بھئے

[چودہ سو پچپن سال گئے سوموار کے دن جیٹھ سدی پورنماسی کو ظاہر ہوے -]

بابو شام سندر داس صاحب کبیر گرنتھاولی کے دیباچہ میں لکھتے ھیں کہ "چودہ سو پچپن سال گئے" سے یہ مطلب ہے کہ سمبت ۱۴۵۵ ختم ہو چکا تھا، اور سمبت ۱۴۵۶ شروع تھا، کیونکہ حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سمبت سنہ ۱۴۵۵ میں جیٹھ کی پورنما سوموار کو نہیں پڑتی، ۱۴۵۶ میں البتہ پڑتی ہے - وفات کے متعلق دو تاریخیں بیان کی جاتی ھیں :

सम्बत पंद्रह सौ औ पांच मो मगहर कियो गमन, (۱)
अगहन सुदी एकादसी मिले पवन में पवन।

سمبت پندرہ سو اَو پانچ مَو مگہر کیو گمن
اگھن سدی ایکادسی ملے پَوَن میں پَوَن

[سمبت پندرہ سو پانچ میں مگہر میں انتقال کیا -
اگھن سدی ایکادشی کو ہوا میں ہوا مل گئی -]

सम्बत पंद्रह सौ पछतरा कियो मगहर को गवन, (۲)
माघ सुदी एकादसी रलो पवन में पवन।

سمبت پندرہ سو پچھترا کیو مگہر کو گَوَن
ماگھ سدی ایکادسی رَلو پَوَن میں پَوَن

[سمبت پندرہ سو پچھتر میں مگہر میں انتقال کیا -
ماگھ سُدی ایکادشی کو ہوا میں ہوا مل گئی -]

ان دونوں میں پندرہ سو پچھتر زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے -

یہ دیکھا گیا ہے کہ دنیا میں بڑے آدمیوں کے واقعات

زندگي میں اکثر خوش اعتقادي کا رنگ چڑھ جاتا ھے اور معمولي واقعات بھي نادر اور عجوبۂ روزگار بناکر بیان کئے جاتے ھیں - اس لئے جاے تعجب نہیں ھے اگر کبیر کي پیدائش اعجاز اور کرشمہ کے لباس میں بیان کي جاتي ھے - کبیر پلتھ کے معتقد کہتے ھیں --

घन गरजे दामिनि दमकै बूंदें बरसें झर लाग गये,
लहर तलाब में कमल खिले तहं कबीर परगट हुए।

گھن گرجے دامن دمکے بوندیں برسیں جھر لاگ گئے
لہر تلاب میں کنول کھلے تہاں کبیر بھانو پرگٹ ھوے

[بادل گرج رھا تھا بجلي کوند رھي تھي ' مینھہ برس رھا تھا ' جھڑي لگي ھوئی تھي ' لہر تالاب میں کنول کھلے تھے جس وقت کبیر سورج کي طرح ظاھر ھوئے -]

کبیر کي پیدائش کے متعلق سب سے زیادہ مشہور روایت یہ ھے کہ بنارس کا ایک مسلمان جولاھہ نیرو نامی اپني بیوي نیما (نعیمہ) کے ساتھ جا رھا تھا ' جب وہ لہر تالاب کے پاس سے گذرا تو اس نے تالاب کے کنارے ایک نو زائیدہ بچہ پڑا دیکھا - اس کو اس بیکس کے حال پر رحم آیا ' اور گو نعیمہ بدنامي کے خیال سے جھجکتي تھي ' مگر وہ بچہ کو گھر اٹھا لایا ' اور اس کي پرورش کرنے لگا - قاضی سے جب بچہ کے نام رکھنے کي فرمائش کي تو فال میں کبیر کا لفظ نکلا ' اور بچہ اسي نام سے مشہور ھوا - یہ بھي کہا جاتا ھے کہ کبیر ایک بیوہ برھمني کے بطن سے پیدا ھوے تھے - ایک برھمن سوامی رامانند کے بڑے معتقد تھے اور ان کے درشن کرنے کو جایا

کرتے تھے - ایک روز اپنی بیوہ لڑکی کو بھی ساتھ لے گئے - جب لڑکی نے رامانند جی کو پرنام کیا تو انہوں نے اس کو دعا دی کہ تجھے بیٹا ہو - برھمن نے پریشان ہو کر لڑکی کے بیوہ ہونے کا حال بیان کیا رامانند جی نے کہا کہ میرا کہا بےکار نہیں جا سکتا - ایام مقررہ گزرنے کے بعد کبیر داس اس کے بطن سے پیدا ہوئے - اس نے لوک لاج کے ڈر سے بچہ کو تالاب کے کنارے پھینک دیا جہاں سے وہ نیرو اور نعیمہ کے گھر پہونچا - یہ روایات کبیر صاحب کی پیدائش کے متعلق سینہ بسینہ چلی آتی ہیں، اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں کتنا اصل واقعہ ہے اور کتنا مبالغہ - اگر یہ صحیح ہے کہ کبیر صاحب ایک ہندو عورت کے بطن سے پیدا ہوئے مگر ان کی پرورش روز اول سے ایک مسلمان کے گھر میں ہوئی تو یہ ضرور کہا جائے گا کہ ان کی پیدائش اور پرورش کے یہ واقعات ان کی زندگی کا پیش خیمہ تھے، کیونکہ ہندوستان کی تاریخ میں کسی شخص کا نام نہیں لیا جا سکتا جس نے ہندو مسلمانوں کو ایک کرنے کی اور ان میں اتفاق اور یکجہتی پیدا کرنے کی کبیر صاحب سے زیادہ کوشش کی ہو -

کبیر صاحب نے اپنی زندگی کے بعض حالات اپنے کلام میں نظم کر دئے ہیں اور اسی وجہ سے یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ذات کے جولاہے تھے، بنارس میں رہتے تھے، آخر عمر میں مگہر چلے گئے تھے، پڑھے لکھے نہ تھے اور رامانند کے چیلے تھے -

जात जुलाहा क्या करे हिरदै बसे गोपाल।

جات جولاهہ کیا کرے هردے بسے گوپال

[ذات کا جولاهہ هے تو کیا هوا، دل میں گوپال
بسا هوا هے -]

तू बाम्हन मैं कासी का जोलहा, बूझो मोर ज्ञाना।

تو باهمن میں کاسي کا جولها بوجهو مور گیانا

[تو برهمن یعلي پلڈت هے میں کاشي کا جولاها هوں،
میرے گیان کو تو سمجھ -]

सकल जनम सिवपुरी गंवाया, मरती बार मगहर उठ धाया।

سکل جنم شو پوري گنوایا مرتي بار مگهر اُٹھ دهایا

[ساری زندگي تو کاشي میں بیتي، مرتے وقت مگهر
چلا گیا -]

कासी में हम परगट भये, हैं रामानन्द चिताये।

کاشي میں هم پرگٹ بهئے هیں رامانند چتائے

[کاشي میں هم پیدا هوئے هیں اور رامانند نے هم
کو رموز معرفت سے آگاہ کیا هے -]

मसी कागद छूयेा नहीं, कलम गह्यो नहिं हाथ।
चार यो युग का महातम, मुखहिं जनाई बात।

مسي کاگد چهویو نهیں کلم گهیو نہیں هاتھ
چار یو جگ کا مهاتم مُکھ هیں جنائي بات

[روشنائي اور کاغذ کبھي نہيں چھوا ، قلم کبھی
ہاتھ میں نہیں لیا ، لیکن چاروں جگوں کے حالات میں
نے زبان سے بیان کر دئے -]

لڑکپن هي سے کبیر صاحب دنیا کي طرف کم اور خدا
کی طرف زیادہ مائل تھے - اُن کے عقائد ویدانتیوں اور صوفیوں
کے سے معلوم ہوتے ہیں - دنیا دھوکا ہے ، اس سے مُنھ موڑکر
معبود حقیقي کي طرف رجوع کرنا چاہئے - جس کو خدا
مل گیا اس کو سب مل گیا ، بھکتي پریم یا عشق
خدا کے ملنے کا سب سے عمدہ ذریعہ ہے ، اور یہ بلا
تفریق ذات و مذہب ہر شخص کے امکان میں ہے -
خدا ایک ہے ، اور ہندو مسلمان سب اس کے بندے ہیں ،
مذہبوں کا فرق بے معنی ہے ، صفاے باطن اور طلب صادق
حصول نجات کے لئے کافی ہیں - جوں جوں کبیر صاحب
بڑے ہوئے عقائد کا یہ رنگ چوکھا ہوتا گیا اور وہ بھجن
گاگا کر لوگوں کو اُپدیش دینے لگے ، مگر عوام ان کو نگرا
یعنی بے پیر کہ کے چڑھاتے تھے - اعتراض یہ تھا کہ جس
نے خود کسي گرو سے نصیحت نہیں حاصل کی وہ
دوسروں کو کیا نصیحت کرےگا ؟ اس وجہ سے ان کو مرشد
کي تلاش ہوئي - اس زمانہ میں بنارس میں سوامی رامانند
جي سب سے بڑے مہاتما مانے جاتے تھے ، مگر دقت یہ تھي
کہ کبیر مسلمان تھے اور ان کو یہ خیال تھا کہ رامانند
مجھے چیلا نہ بناویں گے - کبیر نے یہ چال چلي کہ ایک روز علی
الصباح گنگا کنارے گھاٹ کی ایک سیڑھي پر جا کر لیٹ رہے ،

رامانند جي جب حسب معمول نہانے کے واسطے آئے اور سیڑھیوں سے اُترنے لگے تو اچانک ان کا پاؤں کبیر کے سر پر پڑا - کبیر کلبلائے ' رامانند جي کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کا پاؤں کسي انسان پر پڑ گیا ہے تو انہوں نے رام رام کہہ کے اپنا پاؤں ہٹا لیا - رامانند تو اپنے راستہ چلے گئے مگر کبیر اسي دن سے اپنے تئیں رامانند کا چیلا کہنے لگے - جب رامانند کو اس کي خبر ہوئي تو انہوں نے کبیر کو بلاکر اس کي تحقیقات کي اور اصل واقعہ سے مطلع ہوکر کبیر کو گلے لگا لیا اور ان کو اپنے مریدوں کے زُمرہ میں داخل کر لیا -

رامانند کے مرید ہونے کے بعد بھي کبیر نے رسمي معنوں میں دنیا کو نہیں چھوڑا - جولاہہ کا پیشہ کرتے تھے ' کپڑا بُنتے اور بازار میں جاکر بیچ آتے ' کبھی کبھي سادھو سنتوں کو دے ڈالتے اور گھر خالي ہاتھ لوٹ آتے - دنیا میں رہ کر اور دنیاداري کے فرائض انجام دیکر کبیر صاحب درویشانہ زندگي بسر کرتے تھے اور دل بہ یار دست بہ کار کے مصداق تھے - ان کي شادي بھي ہوئي تھي - شادي کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب کبیر کي عمر ۳۰ برس کي تھي وہ ایک روز گنگا کنارے گھومتے پھرتے ایک بن‌کھنڈي بیراگي کي کُٹي کے پاس پہونچکر بیٹھ گئے - کچھ دیر بعد ایک ۲۰ برس کي لڑکي وہاں آئي اور اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں کبیر ہوں - پھر اس نے ان کي ذات پات کا حال پوچھا تب بھي انہوں نے

وهي جواب دیا، یعنی "کبیر" - لڑکي نے کہا سلت تو
یہاں اکثر آتے ھیں مگر کسي نے ایسا نام اپنا یا اپني ذات
کا نہیں بتایا، کبیر نے کہا کہ ھاں یہ سچ ھے - اتنے میں
پانچ سلت آ پہونچے، لڑکی کُٹي میں سے دودھ لے آئي اور
ایک ایک حصہ دودھ کا ھر ایک کو دیا - کبیر نے اپنا حصہ
زمین پر رکھ دیا - جب سلت اپنے اپنے حصہ کا دودھ پي چکے
تو اُنہوں نے کبیر سے پوچھا کہ تم دودھ کیوں نہیں پیتے؟
کبیر نے کہا کہ گنگا پار سے ایک اور سادھو آ رھا ھے، میں نے
یہ حصہ اس کے واسطے رکھ چھوڑا ھے - لڑکي نے کہا آپ اپنا
حصہ پي لیجئے، اس کے واسطے اور دودھ موجود ھے - کبیر نے
کہا ھم شبداھاري ھیں - اتنے میں وہ سادھو آ گیا اور دودھ اس
کو دے دیا گیا - جب سلتوں نے لڑکي سے اس کا حسب نسب
دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ میرے ماں باپ نہیں
ھیں - میري پرورش ایک بن‌کھنڈي بیراگي نے کي تھي، اس
کے مر جانے کے بعد اب میں اکیلي رھتي ھوں - بیراگي کہا
کرتا تھا کہ میں ایک دن گنگا جي میں اشنان کر رھا تھا،
ایک ٹوکري بہتے بہتے میرے بدن سے آن لگي، میں نے اسے
کھول‌کر دیکھا تو اس میں ایک بچہ کپڑوں میں لپٹا ھوا
تھا - میں نے گھر لاکر اس کي پرورش کي اور اس کا نام لوئي
رکھا - وہ لوئي میں ھوں - پھر لوئي نے کبیر سے کہا "سوامی،
مجھے کوئي ایسي بات بتائے جس سے شانتي حاصل ھو - کبیر
نے اس کو ست نام کي تعلیم دي - لوئي کبیر کے ساتھ چلی
آئی اور اس کے گھر میں رھنے لگي - بعض اس کو کبیر

کی بیوی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے ' دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کبیر اور لوئی میں زن و شو کا تعلق نہیں ہوا اور بچوں کا وجود کشف و کرامات سے بتاتا ہے - ایک مرتبہ کبیر نے دریا میں ایک بچے کی لاش دیکھی ' انہوں نے اس کے کان میں کچھ کہا - بچہ رونے لگا اور زندہ ہو گیا - اسی طرح ایک دوسرے موقع پر کہا جاتا ہے کہ ایک پڑوسی کی لڑکی مر گئی تھی ' کبیر صاحب والدین کی اجازت سے لاش اپنے یہاں لے آئے اور اس کو زندہ کر لیا - لوئی نے ان دونوں کی پرورش کی اور یہ کمال اور کمالی کے نام سے مشہور ہوئے - مگر کمال دنیا کا آدمی تھا اور کبیر کے نقطۂ نظر سے نااہل - اُسے کبیر کی روحانیت سے کوئی تعلق نہ تھا ' اس سے انہوں نے کہا —

ڈوبا بنس کبیر کا اُپجا پوت کمال
ہری کا سمرن چھوڑ کے گھر لے آیا مال

[کمال کا سا لڑکا پیدا ہونے سے کبیر کا خاندان ڈوب گیا - کمال نے خدا کی یاد چھوڑی اور مال اپنے گھر لایا -]

کمالی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک دن کنوئے پر پانی بھر رہی تھی ' ایک پیاسے برہمن نے اس سے پانی مانگا ' پانی پی کر جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ کمالی جولاہے کی لڑکی ہے تو وہ بہت خفا ہوا اور کہنے لگا کہ تونے مجھے بے دھرم کر دیا - دونوں کبیر کے پاس آئے ' کبیر نے برہمن دیوتا کو بتایا کہ آخر سمجھو تو پاک اور ناپاک کیا چیز ہے ؟ سیکڑوں لاشیں اور

ملوں پتھاں پانی میں سڑا کرتی ہیں ، کروروں آدمی زمین میں
دفن ہیں ، اور اسی مٹی سے وہ برتن بنائے جاتے ہیں جن
میں تم پانی پیتے اور کھانا کھاتے ہو - کھانا کھاتے وقت تم
کپڑے اتار ڈالتے ہو ، صرف ایک دھوتی باندھے رہتے ہو ، مگر
وہ دھوتی جلاہے کی بنی ہوئی ہوتی ہے - مکھیاں غلیظ اور
مردار پر بیٹھتی ہیں اور وہاں سے اڑکر تمہارے کھانے پر
بیٹھتی ہیں - کیا تم ان کو روک سکتے ہو ؟ اسی طرح کا
ایک اور قصہ "دبستان مذاهب" میں درج ہے —

"گویند جمعے از برهمنان بر لب آب گنگ نشستہ ستائش
آن آب می نمودند کہ جمیع گناهان ازو شستہ شود مقارن این
کلام یکے از برهمنان آب خواست - کبیر کہ سخنان ایشان می
شنید از جا جستہ کاسہ چوبین کہ باخود داشت پرآب کردہ نزد
برهمن برد - چون کبیر جولاهہ نژاد بود کہ مردم فرومایہ اند و
برهمنان از دست این طائفہ نہ خورند و نیاشامند آب نہ
پذیرفت - کبیر گفت شما حال میفرمودند کہ بہ آب گنگ تن
و روان را از آلائش گناہ و وسخ ذنوب توان شست کہ همہ را
زائل می کند - هرگاہ این آب ظرف چوبین مرا پاک نیارد
کرد چندین ستائش را نہ سزد " - [دبستان مذاهب -
صفحہ ۲۰۰ -]

[کہتے ہیں کہ کچھ برهمن گنگا کنارے بیٹھے ہوئے گنگا
جل کی تعریف کر رہے تھے کہ اس سے سارے گناہ دھو جاتے
ہیں - ان میں سے ایک نے پانی مانگا - کبیر ان کی باتیں سن

رہا تھا، اُٹھ کر گیا اور اپنا پیالہ پانی سے بھر کر برھمن کے پاس
لے آیا - چونکہ کبیر جولاھہ تھا اور برھمن اِن لوگوں کے ھاتھہ کا
چھوا ھوا کھاتے پیتے نہیں ھیں، اس برھمن نے پانی نہیں
پیا - کبیر نے کہا آپ ابھی فرماتے تھے کہ گنگا جل سے گناہ کی
گندگی سے بدن اور روح دھو جاتے ھیں - اگر یہ پانی میرے
برتن کو بھی پاک نہیں کر سکتا تو اس تعریف کے قابل
نہیں -]

بھگت مال میں لکھا ھے کہ "کبیر جی کاشی میں
بھگوت بھگت ایسے ھوئے کہ جن کی بھکتی اور پرتاپ اور
معجزات مشہور و زبان‌زد خلائق ھیں - جنھوں نے بھگوت بھکتی
سے خلاف امور کو ادھرم جانا یعنی جوگ و جگ و دان و برت
وغیرہ بلا بگھوت بھجن اور بھاؤ کے سب فضول اور ناحق تصور
کئے اور فی‌الحقیقت شاستروں کا بھی مطلب خاص یہی ھے
کہ دیگر سب سادھن یعنی جوگ، جگ، تپ، دان، وغیرہ مثل
صفر کے ھیں، اور رام نام مثل ھندسہ کے ھے اگر رام نام کا ھندسہ
موجود ھے تو وے جوگ، جگ، وغیرہ صفر رام نام کے ھندسہ پر
ایزاد ھو کر سب دس گنے ھو جاتے ھیں، اور اگر رام نام کا
ھندسہ نہیں تو سب وے صفر ناحق اور خالی از کار بلکہ بجائے
ندارد کے ھیں، اور مطلب اس تحریر سے یہ ھے کہ جو سادھن
ھو وہ واسطے حصول بھکتی اور محبت رام نام اور بھگوت کے ھو
نہ برائے دیگر مزخرفات دنیوی و بہشت وغیرہ کے - کبیر جی
نے ایک ایسا گرنتھ بنایا جس کو ھر فریق والا تسلیم کرے
اور بلا تعصب واسطے مغفرت ھر ایک کے کار آمد ھو - بھگوت

بھجن بلا تزلزل کرنے والے ایسے تھے کہ بھجن کے روبرو برن آشرم دھرم سب ناچیز تصور کئے" - [بھکت مال - صفحہ ۲۳۹ -]

کبیر سے ھندو اور مسلمان دونوں ناخوش رھتے تھے - ھندو اس لئے کہ مسلمان ہوکر ھندو مذھب کي تعلیم و تلقین کا دعویٰ کرتے تھے ' اور مسلمان اس لئے کہ وہ ھندو مذھب کے عقائد کي ثنا و صفت کرتے تھے - علاوہ بریں چونکہ کبیر صفائے باطن اور اصلاح قلب کے قائل اور عامل تھے وہ مذھب کے ظاھري پاکھنڈ اور رسم و رواج کے کھلے بندوں مذمت کرتے تھے ' اور ھندو مسلمانوں کو یکساں پھٹکارتے تھے - مثلاً ملاحظہ ہو

संतो राह दोउ हम डीठा,
हिन्दू तुरुक हटा नहिं मानें, स्वाद सबन को मीठा।
हिन्दू बरत एकादसी साधै, दूध सिंघाड़ा सेती,
अन को त्यागे मन नहिं हटकै, पारन करे सगोती।
रोजा तुरुक नमाज गुजारे, बिस्मिल बांग पुकारे,
इनको भिस्त कहां ते होइ है, सांझे मुरगी मारे।
हिन्दू दया मेहर को तुरकन दोनों घट से त्यागी,
वे हलाल वे झटका मारें, आग दुनो को लागी।
हिन्दू तुरुक की एक राह है, सतगुरु इहै बताई,
कहहिं कबीर सुनो हो सन्तो राम न कहेउ खुदाई।

سنتو راہ دوؤ ہم ڈیٹھا
ھندو تُرک ہٹا نہیں مانے سواد سبن کو میٹھا '

هندو برت ایکادسي سادھے دودھ سنگھاڑا سیتي
اَن کو تیاگے من نہیں هٹ کے پارن کرے سگوتي
روجا تُرک نماج گجارے بسمل بانگ پکارے
ان کو بِهست کہاں تے هوئي هے سانجھے مُرگي مارے
هندو دَیا مہر کو ترکن دونوں گھٹ سے تیاگی
وے حلال وے جھٹکا ماریں آگ دُنوں کو لاگي
هندو ترک کي ایک راہ هے ست گُرو اِهَے بتائي
کهي هي کبیر سنو هو سنتو رام نہ کہے او کھودائي

[سنتو، هم نے دونوں راستے دیکھے - هندو مسلمان اپني هٹ سے نہیں مانتے، مزہ دونوں کا میٹھا هے - هندو ایکادشي کا برت رکھ کر دودھ سنگھاڑا کھاتے هیں، اناج چھوڑتے هیں، مگر من نہیں رکتا، گوشت کھاتے هیں - مسلمان روزہ نماز کرتے هیں، بسم‌الله کی بانگ لگاتے هیں، ان کو کہاں سے بهشت ملیگي جو روز شام کو مرغي مارتے هیں - هندؤوں نے دل سے دَیا چھوڑ دي اور مسلمانوں نے مہرباني چھوڑ دي، وہ حلال کرتے هیں، وہ جھٹکا مارتے هیں، دونوں کو آگ لگي هے - ست گُرو نے یہي بتایا هے کہ هندو مسلمانوں کي ایک راہ هے - کبیر کہتا هے کہ سنتو، سنو رام نہ کہو تو خدا کہو -]

روایت هے کہ هندو مسلمان دونوں نے تنگ آکر بادشاہ وقت سکندر لودي سے شکایت کي، اور بادشاہ نے ان کے مارے جانے کا حکم دیا - حکم کي تعمیل اس طرح کي گئي کہ کبیر

کو زنجیروں سے جکڑکر ایک ناؤ میں بٹھا دیا اور ناؤ میں پتھر بھر دئے - خدا کی قدرت دیکھئے کہ ناؤ ڈوب گئی اور کبیر مرگ چھالا پر بیٹھے پانی پر تیرتے نظر آئے - پھر پکڑے گئے، آگ میں ڈالے گئے، مگر اس آتشیں غسل سے بھی ان پر آنچ نہ آئی - حکم ہوا کہ ہاتھی کے پاؤں سے کچلے جائیں، مگر ہاتھی کو کبیر ایک مہیب شیر کی شکل میں نظر آئے اور وہ خود ڈرکر بھاگ گیا - کبیر صاحب کا ایک شعر بھی اس واقعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے —

गंगा गोसाइनी गहिर गंभीर,
जंजीर बांध के खरे कबीर।
मन न डगे तन काहे को डराये,
चरन कमल चित रहेा समाये।
गंग की लहर मेरी टूटी जंजीर,
मृगछाला पर बैठे कबीर।
कह कबीर कोउ संग न साथ,
जल थल राखत हैं रघुनाथ।

گنگا گوسائنی گہر گنبھیر
جنجیر باندھ کر کھرے کبیر
من نہ ڈگے تن کاہے کو ڈرائے
چرن کمل چت رہو سمائے
گنگ کی لہر میری ٹوٹی جنجیر
مرگ چھالا پر بیٹھے کبیر

کہ کبیر کوؤ سنگ نہ ساتھ
جل تھل راکھت ہیں رگھوناتھ

[گنگا بہت گہري ہے، کبیر زنجیر میں بندھے کھڑے ہیں، دل مضبوط ہو تو تن کیوں خوف کھائے - میرے دل میں بھگوان کا قدم سمایا ہوا ہے، گنگا کي لہر سے میري زنجیر ٹوٹ گئي، کبیر مرگ چھالا پر بیٹھے ہیں - کبیر نہ کوئي سنگ ہے نہ ساتھ، تري اور خشکي میں رگھوناتھ حفاظت کرتے ہیں -]

کبیر صاحب کے کلام میں شیخ تقی کا نام کبھي کبھي آتا ہے، مثلاً —

घट घट में अबिनाशी, सुनो तकी तुम सेख,
گھٹ گھٹ میں ابناشی سنو تقي تم شیخ
[اے شیخ تقي، تم سنو، ہر دل میں لازوال (خدا) بستا ہے -]

मानिकपूर में कबीर बसै री,
मिद्दहत सुन सेख तकी केरी।
ओजी सुनी जौनपूर थाना,
झूंसी सुनी पीरन के नामा।
مانک پور میں کبیر بسے ري
مدحت سن شیخ تقي کے ري
اوجي سني جونپور تھانا
جھونسي سني پیرن کے ناما

[شیخ تقی کی تعریف سن کر کبیر کچھ دن
مانک پور میں رہا ، اس نے جونپور میں اوجی کا حال
سنا ، جھونسی میں اس نے پیروں کے نام سنے -]

مسلمان کبیر پنتھیوں کا خیال ہے کہ کبیر شیخ تقی کے مرید
تھے اور ہندو سمجھتے ہیں کہ شیخ تقی اور کبیر سے مذہبی مباحثہ
ہوا کرتا تھا - اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اپنی طول طویل
سیر و سیاحت میں جس کا سلسلہ شاید بلخ تک پہونچا
تھا کبیر صاحب کی صحبت صوفی منش بزرگوں سے رہی
ہوگی ، کیونکہ کبیر صاحب کے خیالات ان سے ملتے جلتے تھے ،
اور شیخ تقی غالباً اسی وضع کے کوئی بزرگ ہوں گے - وسکٹ
صاحب کی رائے ہے کہ اس نام کے دو بزرگ تھے ایک
کا مسکن الہ آباد اور فتحپور کے درمیان کڑا مانک پور کا
قصبہ تھا ، یہ ذات کے ندّاف اور فرقہ چشتیہ کے صوفی تھے ،
ان کی اولاد اس گرد و نواح میں اب تک پائی جاتی ہے -
دوسرے شیخ تقی الہ آباد کے قریب جھونسی کے قصبہ کے رہنے والے
تھے ، اور فرقہ سہروردیہ کے صوفی تھے - ان کی قبر اب تک
جھونسی میں پوجی جاتی ہے - کبیر صاحب کا کلام ظاہر کرتا
ہے کہ ان کے دل و دماغ پر اسلام کا کافی اثر تھا ، جہاں وہ
اسلام کے بعض رسم و رواج کا مذاق اُڑاتے تھے وہیں اسلام کے
بعض عقائد سے وہ ضرور متفق تھے - توحید کی تلقین ،
بت پرستی کی مذمت ، ذات پات اور چھوت چھات سے انکار ،
جس طرح کبیر صاحب کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
مروجہ ہندو مذہب سے اختلاف کرنے کی ضرور ایک وجہ یہ

تھي کہ ان باتوں میں انھوں نے اسلام کا اثر قبول کیا تھا -

पाहन पूजे हरि मिलें तो मैं पूजूँ पहार,

پاهن پوجے هری ملیں تو پوجوں پہار

[اگر پتھر کے پوجنے سے هري (خدا) ملے تو میں پہاڑ کو پوجوں -]

एक जोतिहिं सब उपजा, कौन बहमन कौन सूदा,

ایک جوتي میں سب اُپجا کون باهمن کون سودا

[ایک نور سے سب پیدا هوئے هیں ' کون برهمن هے اور کون شودر -]

कहे कबीर इक राम जपो रे, हिन्दू तुरुक न कोई।

کهے کبیر اک رام جپورے هندو ترک نه کوئي

[کبیر کہتا هے ایک رام کو جپو ' نه کوئي هندو هے نه مسلمان -]

اور کبیر صاحب پر کیا موقوف هے ' اسلام کے عقائد اور اسلام کی مثال کا اثر هندؤں پر شمالی هندوستان میں عالمگیر تھا - مسٹر مهادیو گوبند راناڈے کي رائے هے کہ شمالي اور جنوبي هندوستان میں هندؤں کے بعض رسم و رواج میں جو بیّن فرق نظر آتا هے ' خصوصاً شودروں اور اچھوتوں کے ساتھ شمالي هندوستان میں جو کم سختی برتی جاتي هے اس کی ایک وجه یه هے کہ شمالي هندوستان میں اسلام کا اثر گہرا اور دیرپا تھا - اور یه کوئي تعجب کي بات نہیں - جب

تک انسان انسان ہے وہ اپنے گرد و پیش کے اثروں کو ضرور قبول کرےگا - ہندوستان کی تاریخ کو جن لوگوں نے غور سے پڑھا ہے اور اس ملک کے ہندو مسلمانوں کے مذہبی عقائد اور سوشل رسم و رواج کو اچھی طرح پرکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کا ہندوؤں پر اور ہندوؤں کا مسلمانوں پر کیسا گہرا اور وسیع اثر پڑا ہے، یہاں تک کہ ایک فرنگی فلسفی کی رائے ہے کہ --

Sufism is the lyrical version of Vedanta.

[صوفی مذہب ویدانت ہے مگر غزل کی شکل میں -]

اس جگہ یہ بھی کہ دوں کہ کبیر صاحب پر عیسائی مذہب کا کوئی اثر نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا - وسکٹ صاحب نے دبی زبان سے اور سر جارج گریرسن نے امپیریل گزیٹیر آف انڈیا کی دوسری جلد میں کھل‌کر یہ فرمایا ہے کہ کبیر صاحب پر مذہبِ عیسوی کا اثر تھا - سر جارج گریرسن تو یہاں تک کہتے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف اپنے عقائد بلکہ جن الفاظ میں ان عقائد کو بیان کیا، وہ بھی نسطوری عیسائیوں سے حاصل کئے تھے - میری رائے میں یہ دعویٰ اسی قدر بے بنیاد اور لغو ہے جس قدر بعض فرنگیوں کا یہ دعویٰ کہ سنسکرت کے ناٹک یونانی ناٹکوں سے نقل کئے گئے ہیں - اس میں شک نہیں کہ اِس وقت دنیا میں فرنگی اقوام کا تسلط ہے، نہ صرف ملک اور زمین پر، بلکہ دل و دماغ پر بھی - اس میں بھی شک نہیں کہ پچھلے تین سو برس میں مادّی دنیا میں فرنگیوں نے حیرت انگیز ترقی کی ہے،

لیکن اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ دنیا میں جو کوئی چیز ہے وہ فرنگی ہے یا فرنگیوں کی نقل ہے - خود عیسائی مذہب نے بودھہ مت اور ایشیا کے دیگر مذاہب سے جو کچھہ سیکھا اس کا ذکر نہیں کیا جاتا ' مگر جہاں اس کا وجود بھی نہیں وہاں عیسائی اثر کو خواہ مخواہ قائم کیا جاتا ہے - کبیر صاحب مذہبی آدمی تھے ' اور ان کے کلام میں شروع سے آخر تک مذہب کا چرچا ہے ' مگر عیسائی مذہب کا کہیں نام بھی نہیں - ان کے بیانات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے علاوہ کسی اور کے مذہب سے واقف نہ تھے:

(۱) करता करतम बाजी लाई
हिन्दू तुरक दोई राह चलाई

کرتا کرتم باجی لائی
ہندو ترک دوئی راہ چلائی

(۲) संतो राह दोउ हम डीठा
हिन्दू तुरक हटा नहीं जाने
स्वाद सबन को मीठा

سنتو راہ دؤو ہم ڈیٹھا
ہندو ترک ہٹا نہیں جانے
سواد سبن کو میٹھا

(۳) अरे इन दोहुं राह न पाई
हिन्दुन की हिन्दुआई देखी, तुरकन की तुरकाई ।

ارے ان دوؤھن راہ نہ پائی
ھندون کي ھندوائي دیکھي ترکن کي ترکائي

مرنے سے کچھ دن پہلے کبیر صاحب بنارس سے مگہر چلے گئے تھے - عوام کا عقیدہ ہے کہ جو کاشي میں مرتا ہے اس کي مُکتي ھو جاتي ہے' اور مگہر کي نسبت یہ مشہور ہے کہ وھاں جو مرتا ہے اس کا دوسرا جنم گدھے کا ھوتا ہے - کبیر صاحب کو بھگوت پریم پر بھروسہ تھا اور اپني بھکتي پر ناز - وہ سمجھتے تھے کہ میرے عشق صادق نے مجھے اُن جھگڑوں سے بےنیاز کر دیا ہے اور پرماتما ہر دم میرے ساتھ ہے - فرماتے ہیں —

क्या कासी क्या ऊसर मगहर राम हिरदै बस मोरा।
जो कासी तन तजे कबीरा रामै कौन निहोरा॥

کیا کاشي کیا اوسر مگہر رام ھردے بس مورا
جو کاسي تن تجے کبیرا رامے کون نہورا

[کاسي ھو یا اوسر مگہر مجھے پروا نہیں' میرے دل میں رام بسا ھوا ہے' اگر کبیر کی موت کاشي میں ھوتي تو پھر رام کا کون سا احسان ؟ مطلب یہ کہ کاشی میں جو کوئي مرتا ہے اس کي مکتي تو ھوتي ھي ہے' کبیر مرے تو اس کي مکتي بھی ھو جاےگي - ھاں' مگہر میں مروں اور مکتی ھو تو معلوم ھو کہ رام نے اپنے بھکت کي قدرداني کي -]

ایک نکتہ اور ذہن میں رکھنے کے قابل ہے کہ کبیر صاحب جب "رام" کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو ان کا مطلب آجودھیا کے رامچندر جي سے نہیں ہوتا بلکہ اسي ایک پرماتما سے ہوتا ہے جس کو وہ سرگن اور نرگن یعني صفات اور ذات سے اعلی اور ارفع جانتے ہیں -

सकल जनम शिवपुरी गंवाया
मरती बेर मगहर उठ धाया ।
बहुत बरप तप कीया कासी
मरन भया मगहर को बासी ॥

سکل جنم شِوپوري گنوایا
مرتي بیر مگہر اُٹھ دھایا
بہت برکھ تپ کي آ کاسی
مرن بھیا مگہر کو باسي

[ساري زندگي شِوپوري (بنارس) میں صرف کي، مرتے وقت مگہر چلا گیا، بہت برس کاشي میں تپ کیا، مرتے وقت مگہر کا باشندہ بنا -]

مشہور ہے کہ مرنے کے بعد کبیر صاحب کے ہندو اور مسلمان مریدوں میں جھگڑا ہوا - ہندو کہتے تھے کہ ہم لاش کو جلاوینگے، مسلمان کہتے تھے کہ ہم دفن کرینگے - جھگڑے نے طول کھینچا اور تلوار چلنے کو تھي کہ لاش کے اوپر سے چادر اُٹھاکر جو دیکھا تو لاش کی جگہ پھولوں کا ایک ڈھیر نظر آیا - آدھے پھول مسلمانوں نے لیکر مگہر میں دفن کئے،

اور ان پر ایک مزار بنا دیا ، باقی پھول ہندوؤں نے جلاکر
بنارس میں لاکر دفن کئے اور اُن پر ایک مَٹھ بنوا دیا جو
کبیر چورے کے نام سے مشہور ہے -

چناں با نیک و بد عرفی بسر برکز پسِ مردن
مسلمانت بزمزم شوید و ہندو بسوزانک

منشی محمد خلیل انصاری صاحب نے مگہر کو خود
جاکر دیکھا ہے - اپنی کتاب کبیر جلم ساکھی مطبوعہ
سنہ ۱۹۲۵ میں لکھتے ہیں :—

ریلوے اسٹیشن مگہر سے قریب آدھ میل ہے - راستہ
صاف نہیں ہے - مزار ایک پختہ چہاردیواری سے
محدود ہے جس کے دو دروازے ہیں - احاطہ کے
اندر چند مکانات شاگردپیشوں کے بنے ہوئے ہیں جو
اب غیرآباد ہیں .... دو درخت زبردست اِملی کے
کھڑے ہوئے مزار پر سایہ‌فگن ہیں - دو گاؤں شاہی
وقت سے معافی مزار کے متعلق ہیں، ایک سِرموا
معافی مسلمانوں کے اہتمام وصول تحصیل میں
ہے ، دوسرا موضع بِلوا ہندوؤں کے متعلق معافی
ہے - اطیع‌اللہ و امانت‌اللہ مجاور مزار کے ہیں
.... مزار کے برابر ایک دوسرا احاطہ بطور سمادھ
کے بنا ہوا ہے جس میں ایک مستقل سادھو
رہتا ہے - جو تحائف یا پرشاد ہندو لاتے ہیں
اس کے پاس جمع ہوتے ہیں - ہم کو بھی اس

هندو سادهو نے جس کا نام کیا داس هے تهوڑي سي
مٹهائي دي جو بطور تبرک کے تهي ۲۷
ماه ربیع‌الثانی کو عرس هوتا هے .... ایسے هي
ایک میله هندؤوں کي جانب سے هوتا هے - دور
دور سے لوگ هندو مسلمان آتے هیں - دونوں مدفن
برابر بنے هوئے هیں - احاطے جدا جدا هیں هندو
کہتے هیں که یه مقام هے جہاں ان کے پهول
دفن کر دئے گئے ' یا وه غائب هو گئے - مسلمان اپنے
مزار کو مقام مدفن قرار دیتے هیں - غرضکه اپنے
اپنے خیال سے کام لے رهے هیں - دونوں دیہات کي
معافیات سے خود بهي کهاتے پیتے هیں اور صادر
وارد کي بهي خاطر تواضع کرتے هیں -

کبیر صاحب پر کیا موقوف هے ' هر بڑے آدمي کے متعلق '
خصوصاً هر مذهبي پیشوا کي زندگي کے گرد عوام کا تخیل
اور مریدوں اور چیلوں کي خوش اعتقادي اس قسم کے کشف
و کرامات کي روایات جمع کر دیتي هے - شاید ان سے اس
امر کا اظهار بهي مقصود هوتا هے که طالب صادق اگر اپنے
محبوب کي تلاش اور تجسّس میں اپنے تئیں خاک میں
ملا دیتا هے تو پرماتما بهي اُس کا ساتهه کبهي نهیں چهوڑتا
اور آڑے وقت سدا اس کے کام آتا هے اور همیشه اس کي
مشکلکشائي کرتا هے - بهر حال ان سنتوں اور مهاتماؤں کي
زندگي کا اصلي سبق معجزوں اور کرامات کے قصوں سے نهیں
حاصل هوتا بلکه ان کی اخلاقي اور روحاني تعلیم سے اور

اس سچي شهادت سے جو وہ اپلي زندگي اور اپنے تجربہ سے دنیا کے سامنے پیش کرتے هیں - کبیر صاحب کي لاش غائب هو گئي هو یا نہ غائب هو گئي هو ' کبیر صاحب کے سامنے سے هاتھي بھاگ گیا هو یا نہ بھاگ گیا هو ' لیکن اس سے کون انکار کرےگا کہ اُنهوں نے اپلي پوری کوشش مکر و ریا ' آڈمبر اور پاکھنڈ کے توڑنے ' حق اور سچائي کے پھیلانے ' اور هندؤوں اور مسلمانوں ' برهملوں اور شودروں کو ایک کرنے میں صرف کي ' اور ان کا شمار صاحبان معرفت اور مصلحان مذهب کي بزم نوراني کے بالانشینوں میں هے - اهل هند احسان فراموش نهیں هیں ' اور وہ اس سچے ' نیک ' اور نڈر مهاتما کي گراں مایہ اور لازوال خدمت کو فراموش نهیں کرینگے -

کبیر صاحب جیسا کہ وہ خود اقرار کرتے هیں پڑهے لکھے نہ تھے - اُنهوں نے لوگوں کے دلوں کو تیغ زبان سے تسخیر کیا تھا - ان کے مرنے کے بعد اُن کے مریدوں اور چیلوں نے ان کا کلام جمع کیا ' اور اب ان کے نام سے بہت سي تصانیف چھپ گئي هیں - وسکت صاحب نے ۸۲ کتابوں کي فهرست چھاپي هے - اس میں نئي اور پراني سبھی کتابیں هیں ' اور بعض کتابوں کے نام ایک سے زیادہ مرتبہ آ گئے هیں - اجودهیا سنگھ جي اُپادهیاے کي کبیر بچناولي میں ذیل کی ۲۱ کتابوں کي فهرست درج هے :

۱ — سکھ ندهان — सुख निधान

۲ — گورکھ ناتھ کي گوشٹي — गोरखनाथ की गोष्टि

۳ — کبیر پانجی	कबीर पांजी
۴ — بلخ کي رمیني	बलख़ की रमैनी
۵ — آنند رام ساگر	आनन्द राम सागर
۶ — رامانند کي گوشٹي	रामानन्द की गोष्टि
۷ — شبداولی	शब्दावली
۸ — منگل	मंगल
۹ — بسنت	बसन्त
۱۰ — هولي	होली
۱۱ — ریختہ	रेख़ता
۱۲ — جهولن	झूलन
۱۳ — کَہَرا	कहरा
۱۴ — هنڈولا	हिंडोला
۱۵ — بارہ ماسا	बारह मासा
۱۶ — چانچر	चांचर
۱۷ — چونتیسي	चौंतीसी
۱۸ — الف نامہ	अलिफ़नामा
۱۹ — رمیني	रमैनी
۲۰ — ساکهي	साखी
۲۱ — بیجک	बीजक

یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو کلام سیکڑوں برس تک
لوگوں کي زبان پر رہےگا اس میں لفظي تغیر و تبدل
ضرور ہوا ہوگا - کہیں کہیں لکھنے والے نے بھي کچھ گھٹا بڑھا
دیا ہوگا - لیکن کبیر صاحب کي تعلیم و تلقین کے أصول ایسے

صاف اور صریح ھیں اور اُن کا بیان بار بار اس طرح پر
ہوا ہے کہ کسی پڑھنے والے کو اُن کے متعلق کچھ شک و
شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رھتی - سکھوں کے آدی گرنتھ
میں جہاں اور سنتوں کا کلام ہے وھاں کبیر صاحب کا کلام
بھی ہے - بیجک کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ھیں - بابو
شیام سندر داس صاحب نے دو قلمی نسخوں کی مدد سے "کبیر
گرنتھاولی" کو ترتیب دیا ہے - الہ آباد کے بلویڈیر پریس نے
"کبیر شبداولی" کے نام سے ایک کتاب چار حصوں میں
چھاپی ہے اور ایک عیسائی پادری ریورنڈ احمد شاہ نے کبیر
کی بیجک کا انگریزی ترجمہ شائع کیا ہے -

کبیر صاحب کي تعلیم اور تلقین

(۱) توحید

کبیر صاحب اپني تلقین میں دو باتوں پر بہت زور دیتے تھے ' ایک توحید ' دوسرے بھکتي - دنیا کا مالک ایک ہے ' اُس کا کوئي شریک نہیں ' اس کے سامنے دیوي دیوتاوں کي کوئي حقیقت نہیں ' وہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے ' اُس تک پہونچنے کے لئے محض سچے پریم کي ضرورت ہے ' کسی کي وساطت اور شفاعت درکار نہیں - جب ہمہ اوست کا رنگ غالب ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ خالق مخلوق میں ہے اور مخلوق خالق میں - یہ دونوں الگ الگ نہیں ہیں - اَودیا اور اگیان نے دوئي کا پردہ ڈال رکھا ہے - اگر جہالت کے بادل چھنٹ جائیں اور اہنکار (خودي) کي تاریکي دور ہو جائے تو چشم بینا کو ہمہ اوست کي حقیقت صاف نظر آنے لگے - وہ کہتے ہیں کہ مایا کي نقاب ہٹا دو اور معشوق ازل کي آرائش جمال کا معائنہ کرو -

साहब मेरा एक है, दूजा कहा न जाय, (1)
दूजा साहब जो कहूं, साहब खरा रिसाय।

صاحب میرا ایک ہے دوجا کہا نہ جاے
دوجا صاحب جو کہوں صاحب کھرا رساے

[میرا مالک ایک ھے - دوسرا نہیں کہ سکتا - اگر دوسرا
مالک کہوں تو میرا مالک مجھ سے ناراض ھو جائیگا -]

जाके मुंह माथा नहीं , नाहीं रूप करूप , (۲)
पुहप बास से पातरा , ऐसा तत्त्व अनूप ।

جاکے ملھہ ماتھا نہیں نا ھیں روپ کُروپ
پُہپ باس سے پاترا ایسا تَتْو انوپ

[جس کے نہ ملھہ ھے نہ ماتھا ھے ' نہ خوبصورت
ھے نہ بدصورت ' وہ ایک عجیب جوھر ھے پھول کی بو
سے بھی زیادہ لطیف -]

जनम मरन से रहित है , मेरा साहब सोय , (۳)
बलिहारी उस पीउ के , जिन सिरजा सब कोय ।

جلم مرن سے رَھت ھے میرا صاحب سوے
بلہاری اس پیو کے جن سِرجا سب کوے

[جو پیدائش اور موت سے آزاد ھے وہ میرا مالک
ھے ' اس محبوب کے قربان جس نے سب کو پیدا کیا -]

सोई मेरा एक तू , और नहिं दूजा कोय , (۴)
जो साहब दूजा कहे , दूजा कुल का होय ।

سوئي میرا ایک تُو اور نہیں دوجا کوے
جو صاحب دوجا کہے دوجا کل کا ھوے

[میرا ایک تو ھے ' دوسرا کوئي نہیں ھے ' جو دوسرا
مالک کہے وہ دوغلے خاندان کا ھے -]

सरगुन की सेवा करो, निरगुन का करो ज्ञान, (५)
निरगुन सरगुन से परे, तहाँ हमारा ध्यान।

سرگن کی سیوا کرو نرگُن کا کرو گیان
نرگن سرگن سے پرے تہیں ہمارا دھیان

[صفات کي خدمت کرو اور ذات کا علم حاصل کرو ' صفات اور ذات سے جو پرے ہے ہمارا دھیان وہاں ہے -]

तेरा साईं तुझ में बसे, ज्यों पुहुपन में बास, (६)
कस्तूरी का मृग ज्यों, फिर २ ढूंढे घास।

تیرا سائیں تجھ میں بسے جیوں پُہوپن میں باس
کستوري کا مرگ جیوں پھر پھر ڈھونڈے گھاس

[تیرا مالک تجھ میں اس طرح ہے جس طرح پھولوں میں بو ' اور تو اُس کو اِدھر اُدھر تلاش کرتا پھرتا ہے جس طرح ہرن اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ نافہ اس کے جسم میں ہے اور اِدھر اُدھر گھاس میں ڈھونڈتا پھرتا ہے -]

जा कारन जग ढूंढिया, सो तो घटहि मांहि, (७)
परदा दीया भरम का, ताते सूझत नांहि।

جا کارن جگ ڈھونڈیا سو تو گھٹ ھي مانہہ
پردہ دي آ بھرم کا تاتے سوجھت نانہہ

[جس کو تو دنیا بھر میں ڈھونڈتا پھرتا ہے وہ

تجھی میں ہے - شک کا پردہ پڑا ہے اس لئے سوجھتا
نہیں -]

ज्यों तिल मांहि तेल है, ज्यों चकमक में आग, (८)
तेरा सांई तुझमें बसे, जाग सके तो जाग।

جیوں تِل ماھیں تیل ہے جیوں چکمک میں آگ
تیرا سائیں تجھ میں بسے جاگ سکے تو جاگ

[تیرا مالک تجھ میں اس طرح ہے جس طرح تِل میں
تیل اور چقماق میں آگ - اگر تو جان سکے تو جان -]

ज्यों नैनन मां पूतरी, त्यों खालिक घट मांहि, (९)
मूरख लोग न जानहीं, बाहर ढूंढन जांहि।

جیوں نیلن ماں پوتری تیوں کھالک گھٹ مانہہ
مورکھ لوگ نہ جانہیں باھر تھونڈھن جانہہ

[خالق دل میں اُسی طرح ہے جس طرح آنکھ میں
پُتلی ، بیوقوف جانتے نہیں ، باھر ڈھونڈھتے پھرتے ھیں -]

तूं तूं करना तूं भया, मुझमें रही न हूं, (१०)
वारी तेरे नाम पर, जित देखूं तित तूं।

توں توں کرنا توں بھیا مجھ میں رھي نہ ھوں
واری تیرے نام پر جت دیکھوں تت توں

[تُو تُو کرتے کرتے میں تُو ھو گیا ، مجھ میں خودی
باقي نہیں رھي - تیرے نام کے قربان ، جدھر دیکھوں تو
ھي تو ہے -]

खालिक खलक, खलक में खालिक, (۱۱)
सब घट रहो समाय।

کھالک کھلک، کھلک میں کھالک،
سب گھٹ رہو سمائے

[خالق ہے خلق میں، اور خلق ہے خالق میں -
سبھوں میں وہ سمایا ہوا ہے -]

اسی خیال کو فارسی کا شاعر یوں نظم کرتا ہے —

در حقیقت نسب عاشق و معشوق یکست
بوالفضولاں صنم و برہمنے ساختہ اند

हेरत हेरत हेरिया, रहा कबीर हेराय, (۱۲)
बूंद समाई समुद्र में, सेा कित हेरी जाय।

ہیرت ہیرت ہیریا رہا کبیر ہرائے
بوند سمائی سمدر میں سو کِت ہیری جائے

[اے کبیر، ڈھونڈتے ڈھونڈتے ڈھونڈھنے والا آپ کھو گیا،
بوند سمندر میں سما گئی، تو کس طرح ڈھونڈی جائے -]

غالب نے بھی کچھ ایسا ہی خیال نظم کیا ہے —
ہاں اہل طلب کون سنے طعنۂ نایافت
دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے

कबिरा दुनिया देहरे सीस नवावन जाय, (۱۳)
हिरदे ही माँ हरि बसें, तू ताहि लव लाय।

کَبِرا دنیا دیہرے سیس نواوَن جائے
ہردے ہی ماں ہو بسیں تو تاہی لَو لائے

[اے کبیر، دنیا مندروں میں سر جھکاتی پھرتی ہے،
ایشور دل میں ہے، تُو اُسی سے لَو لگا -]

जैसे बट का बीज, ताहि में पत्र फूल फल छाया, (١٤)
काया मध्ये बूंद बिराजे, बूंदे मध्ये काया।

جیسے بَٹ کا بیج تاہی میں پَتر پُھول پَھل چھایا
کایا مدّھے بوند براجے بوندے مدّھے کایا

[جیسے برگد کے بیج میں پتّا پھول پھل سایہ سب
کچھ ہوتا ہے، بوند کے اندر جسم ہے، اور جسم کے اندر
بوند -]

اس میں یہ نکتہ بھی ہے کہ برگد کا درخت بہت بڑا
اور بیج بہت چھوٹا ہوتا ہے - اسی خیال کو ایک اردو
شاعر نے نظم کیا ہے —

جو تخم میں مجمل ہے مفصل ہے شجر میں

मोको काहां ढूंढा रे बंदे, मैं तो तेरे पास में, (١٥)
ना मैं देवल, ना मैं मसजिद, ना काबे कैलास में।

موکو کہاں ڈھونڈھا رے بندے میں تو تیرے پاس میں
نا میں دیول نا میں مسجد نا کعبے کیلاس میں

[اے بندے، مجھے کہاں ڈھونڈتا ہے، میں تو تیرے پاس

هوں ' نه میں مندر میں هوں ' نه مسجد میں ' نه کعبه
میں ' نه کیلاش میں -]

(۱۴)

कर्त्ता है एक अगम है आप,
वाके कोई माई ना बाप।
कर्त्ता को नहीं बंधु औ नारी,
सदा अखंडित है अगम अपारी।
कर्त्ता कुछ खावे ना पीवे,
कर्त्ता कबहुं मरे ना जीवे।
कर्त्ता के कुछ रूप न रेखा,
कर्त्ता के कुछ बरन न भेषा।
जाके जात गोत कछु नाहिं,
महिमा बरन न जाय मो पाहिं।
रूप अरूप नहिं तेहि नांव,
बरन अबरन नहिं तेहि ठांव।
कहैं कबीर बिचारि कै जाके बरन न गांव,
निराकार और निरगुना पूरन है सब ठांव।

کرتا ہے ایک اگم ہے آپ
واکے کوئی مائی نا باپ
کرتا کو نہیں بندھو او ناری
سدا اکھنڈت ہے اگم اپاری
کرتا کچھ کھاوے نا پیوے
کرتا کبھوں مرے نا جیوے

کرتا کے کچھ روپ نہ ریکھا
کرتا کے کچھ برن نہ بھیکھا
جاکے جات گوت کچھو ناھیں
مہما برن نہ جاے مو پاھیں
روپ اروپ نہیں تےھي نانوں
برن ابرن نہیں تےھي تھانوں
کہیں کبیر بچارکے جاکے برن نہ گانوں
نراکار اور نرگنا پورن ھے سب تھانوں

[کرتا یا خالق اگم ھے، اس تک پہونچنا محال ھے- وہ اتھاہ ھے، وہ آپ سے ھے، نہ اس کے ماں ھے نہ باپ- نہ اس کے بھائي ھے نہ بیوي- وہ ھمیشہ سے ھے، اس کے ٹکرے نہیں ھو سکتے- وہ اتھاہ ھے اور اس کي کوئي حد نہیں ھے- نہ وہ کھاتا ھے، نہ پیتا ھے، نہ مرتا ھے، نہ جیتا ھے- نہ اس کي شکل ھے نہ صورت، نہ اس کا رنگ ھے نہ بھیس، نہ ذات ھے نہ گوتر- میں اس کی تعریف نہیں کر سکتا- نہ خوبصورت ھے نہ بدصورت، نہ اس کا کچھ نام ھے، نہ رنگین ھے نہ بے رنگ، نہ اس کي کوئي جگہ ھے- کبیر بچار کے کہتے ھیں کہ نہ اس کي کوئي ذات ھے نہ کوئي مقام، نہ اس کي شکل ھے، نہ اس کے صفات ھیں- وہ کامل ھر جگہ موجود ھے-]

کبیر صاحب بُت پرستي اور مُورتي پوجا کے سخت خلاف ھیں- اس سے زیادہ اور کوئي کیا کہے گا ؟

पाहन पूजे हरि मिलैं, तो मैं पूजूं पहार, (١٧)
ताते यह चाकी भली, पीस खाय संसार।

پاهن پوجے هري ملیں تو میں پوجوں پہار
تاتے یہ چاکي بهلي پیس کهاے سنسار

[اگر پتھر پوجنے سے خدا ملتا' تو میں پہاڑ کو پوجتا۔
اس سے تو یہ چکي اچھي جس سے لوگ پیس‌کر کھاتے
ھیں' یعني چکي کا پتھر کسی کام تو آتا ھے' مورتي تو
کسي کام نہیں آتي -]

دنیا بدگمانوں اور مذاق اُڑانے والوں سے خالي نہیں - یہ
ظالم نہ بندہ کو چھوڑتے ھیں نہ خدا کو' نہ انسان کو نہ
پرماتما کو - ستم ظریف کہتے ھیں کہ بُت پرست اور موحد
میں سگن اُپاسنا اور نرگن اُپاسنا میں کون سا بڑا فرق ھے ؟
اصلیت دونوں کي ایک ھے - بت پرست اپنے ھاتھ سے اپنا
خدا تراشتا ھے - موحد اپنے تخیل سے' اپنے دماغ سے' اپنا خدا
خلق کرتا ھے - ھر حالت میں اپنے معبود کا خالق انسان
ھے - موحد کو اختیار ھے کہ وہ اپني انانیت کي تشفي کے
لئے کہ لے کہ وہ بت پرست سے برتر ھے' مگر سچ پوچھئے
تو یہ سب ایک ھي تھیلي کے چٹّے بٹّے ھیں اور بنیاد ان
کي انسانی کمزوري اور ضعیف‌الاعتقادي پر ھے - خیر' یہ
دوسرا قصہ ھے - اس کو جانے دیجئے اور نفس مطلب کي
طرف رجوع کیجئے -

کبیر صاحب پیر اور اولیا کو بھی نہیں مانتے -

कर्त्ता एक और सब बाजी, (۱۸)
ना कोई पीर मसायख काजी।

کرتا ایک اور سب باجی
نا کوئی پیر مسائکھ کاجی

[کرنےوالا ایک ہے اور سب کھیل ہے - نہ کوئی پیر ہے، نہ مشائخ، نہ قاضی -]

कबिरा सोई पीर है जो जाने पर पीर, (۱۹)
जो पर पीर न जानिए सो काफिर बे पीर।

کبِرا سوئی پیر ہے جو جانے پر پیر
جو پر پیر نہ جانئے سو کافر بے پیر

[کبیر وہی پیر ہے جو دوسروں کی تکلیف کو جانے، جو دوسروں کی تکلیف نہیں جانتا وہ کافر بےپیر ہے -]

کبیر صاحب اوتاروں کو بھی نہیں مانتے - اُن کا معبود مکان اور زمان کی قید سے آزاد ہے - ان کا یہ عقیدہ ہے کہ نِرگن کے واسطے سرگن باعث حجاب ہے اور پرستار صفات ادراک ذات سے محروم رہتے ہیں -

तेहि साहब के लागू साथा, (۲۰)
दुई दुख मेट के होहु सुनाथा।
दसरथ कुल अवतरि नहिं आया,
नहिं लंका के राय सताया।
नहिं देवकी के गरभहिं आया,

नहिं जसोदा गोद खिलाया।
पृथ्वी रमन दमन नहिं करिया,
बैठ पताल नहीं बलि छलिया।
नहीं बलिराय सों मांडी रारी,
नहि हिरनाकस बधल पछाड़ी।
रूप बराह धरन नहि धरिया,
छत्री मार निछत्री न करिया।
नहि गोबरधन कर पर धरिया,
नहि गोपाल संग बन बन फिरिया।
गंडक शालिग्राम न शोला,
मत्स्य कच्छ ह्वै नहिं जल डोला।
द्वारवती में शरीर न छांड़ा,
ले जगन्नाथ पिंड नहि गाड़ा।
कहहिं कबीर पुकारि के वा पंथे मत भूल,
जो हिय राखे अनुमान करि थूल नहि अस्थूल।

تے هي صاحب کے لاگو ساتها
دوئي دکهه مبت کے هو هو سلاتها
دسرتهه کل اوتري نهیں آیا
نهیں للکا کے راے ستایا
نهیں دیوکي کے گربهه هیں آیا
نهیں جسودا گود کهلایا
پرتهوی رمن دمن نهیں کریا
بیٹهه پتال نهیں بلي چهلیا

نهیں بلي راے سوں مانگي راري
نهیں هرناکس بکھل پنچھاڑي
روپ براہ دھرن نهیں دھریا
چھتري مار نچھتري نه کریا
نهیں گوبردھن کر پر دھریا
نهیں گوال سنگ بن بن پھریا
گنڈک شالگرام نه شیلا
متسیه کچھه هوے نهیں جل هیلا
دواروتي میں شریر نه چھانڑا
لے جگنناتھ پنڈ نهیں گاڑا

کهي هي کبیر پکارکے وا پلتھے مت بھول
جے هي راکھے انومان کري تھول نهیں استھول

اس نظم میں کبیر داس جي آوتاروں کے وجود سے صاف صاف انکار کرتے هیں - وہ مختلف اوتاروں کا اور ان کے کارناموں کا ذکر کرتے هیں - رامچندر جي اور لنکا کي فتح ' کرشن جي اور گوبردھن کا اُٹھانا اور گوالوں کے ساتھ پھرنا ' پرسرام جي کا چھتریوں کو مارنا ' بامن آوتار کا راجه بلی سے پرتھوي دان میں حاصل کرنا ' وغیرہ ' وغیرہ ' اور آخر میں کھتے هیں کہ آوتاروں کے پلتھہ کے جھگڑوں میں مت پڑو - ایشور جو هے وہ تھول یعني ساکار یا شکل و صورت رکھنے والا نهیں هے بلکہ استھول یعني نراکار هے -]

दस अवतार ईश्वरी माया कर्ता के जन पूजा , (۲۱)
۱۲

कहे कबीर सुनो हो संतो उपजे खपे सो दूजा ।

دس اوتار ایشوري مایا کرتا کے جن پوجا

کہے کبیر سنو هو سنتو اُپجے کھپے سو دوجا

[دس اوتار ایشور کي مایا هیں جن کو لوگ کرتا سمجھ کے پوجتے هیں - جو پیدا هوتا هے اور مرتا هے وہ کوئي دوسرا هے - میرا ایشور نهیں هے -]

کبیر صاحب رام کا ذکر کرتے هیں - مثلاً

राम का नाम चौ बेद का मूल है ।

رام کا نام چو بید کا مول هے

[رام کا نام چاروں ویدوں کی جڑ هے -]

निरगुन राम निरगुन राम जपो रे भाई ।

نرگن رام نرگن رام جپو رے بھائي

[بھائیو ، نرگن رام کو جپو -]

مگر ان کا مطلب اجودھیا کے رامچندر جي سے نهیں هوتا ، بلکہ اُسي ذات واحد و لاشریک سے جس کو وہ رام ، رحیم ، اَچھے پُرُس ، وغیرہ کہتے هیں -

दसरथ सुत तिहुं लोक बखाना , (۲۲)

राम नाम का मरम न जाना ।

دسرتھ سُت تِہوں لوک بکھانا

رام نام کا مَرَم نہ جانا

[دسرتھ کے بیٹے کا ساری دنیا میں بیان ہوتا
ہے - رام نام کے بھید کو کوئی نہیں جانتا -]

وہ سوائے اس ایک ذات کے کسی چیز کی کچھ حقیقت
نہیں سمجھتے -

नाम बिना बेकाम है छप्पन कोट बिलास, (۲۳)
का इंद्रासन बैठ लो का बैकुंठ निवास।

نام بنا بے کام ہے چھپن کوٹ بلاس
کا اندراسن بیٹھ لو کا بیکنٹھ نواس

[نام کے بغیر چھپن کرور سُکھ بےکار ہیں، چاہے اِندر
کے تخت پر بیٹھو چاہے بیکنٹھ میں رہو -]

लूट सके तो लूट ले सत् नाम की लूट, (۲۴)
पीछे फिर पछतावगे प्रान जायेंगे छूट।

لوٹ سکے تو لوٹ لے ستّ نام کی لوٹ
پیچھے پھر پچھتاوگے پران جائیں‌گے چھوٹ

[ست نام کی لوٹ جہاں تک بنے لوٹ لو، ورنہ
مر جاؤگے تو پچھتاؤگے -]

दीपक जोया ज्ञान का देखा अपरम देव, (۲۵)
चार बेद की गम नहीं जहां कबिरा सेव।

دیپک جویا گیان کا دیکھا اپرم دیو
چار بید کی گم نہیں جہاں کبیرا سیو

[گیان کا چراغ جلاکر بھگوان کو دیکھا - جہاں کبھر سہوا کرتا ھے وھاں چاروں ویدوں کي پھونچ نہیں ھے -]

(۲) بھکتي اور پریم

بھکتي کبیر صاحب کا خاص مضمون ھے، اور اس کے
بیان سے وہ کبھی نہیں تھکتے - بار بار مختلف اور متعدد
طریقوں سے اس کو بیان کرتے ھیں - کبھي خدا کو مالک
اور اپنے تئیں بندہ کہتے ھیں، کبھی عاشق و معشوق، کبھي
دُلھا دُلھن کا رشتہ قائم کرتے ھیں؛ یہاں تک کہ اپنے تئیں
رام کا کُتّا کہتے ھیں، اور خوش ہوتے ھیں - یہي رنگ
صوفیوں کا ھے ملاحظہ ھو —

"میر تقي میر نے اپني خود نوشتہ سوانح عمري میں
جس کا نام "ذکر میر" ھے لکھا ھے کہ ان کے والد جو
ایک صوفي منش بزرگ تھے اور شب و روز یاد الٰھي میں
مصروف رھتے تھے عالم محویت میں فرمایا کرتے تھے : —
اے پسر عشق بورز - عشق است کہ دریں خانہ متصرف ست -
اگر عشق نمي بود نظم کل صورت نہ می بست - بے عشق
زندگي وبال ست - دل باختہ عشق بودن کمال ست - عشق بسازد
عشق بسوزد در عالم ھرچہ ھست ظہور عشق است، آتش
سوز عشق است، باد اضطراب عشق است - آب رفتار
عشق ست - خاک قرار عشق است - موت مستی عشق
است - حیات ھشیاري عشق است - شب خواب عشق است -
روز بیداري عشق است - مسلم جمال عشق است - کافر جلال
عشق است - صلح قریب عشق است - گناہ بُعد عشق است -

بہشت شوق عشق است - دوزخ ذوق عشق است - مقام عشق از عبودیت و عارفیت و زاهدیت و صدیقیت و خلوصیت و مشتاقیت و خلیلیت و حبیبیت برتر است" - ("هماري شاعري" مصنفه سید مسعود حسن رضوي - طبع دوم - صفحه ۹۸ -)

[اے بیٹے ' عشق اختیار کر - اس کارخانه میں عشق هي کی حکومت هے - اگر عشق نه هوتا انتظام عالم صورت نه پکڑتا - عشق کے بغیر زندگي وبال هے - عشق کو دل دے دینا کمال هے - عشق بناتا هے ' عشق جلاتا هے - دنیا میں جو کچھ هے عشق کا جلوه هے - آگ عشق کي گرمي هے ' هوا عشق کي بے چیني هے ' پاني عشق کی رفتار هے ' خاک عشق کا قیام هے - موت عشق کي بیهوشي هے ' زندگي عشق کي هوشیاري هے ' رات عشق کي نیند هے ' دن عشق کا جاگنا هے - مسلم عشق کا جمال هے ' کافر عشق کا جلال هے ' نیکي عشق کي قُربت هے ' گناه عشق سے دوري هے ' بہشت عشق کا شوق هے ' دوزخ عشق کا ذوق هے ' عشق کی منزل عبودیت اور عارفیت اور زاهدیت اور صدیقیت اور خلوصیت اور مشتاقیت اور خلیلیت اور حبیبیت سب سے بالاتر هے -]

کبیر کی بهکتي نِشکام اور بے لوث هے - کوئي غرض اس میں شامل نہیں -

जब लग है बेकुंठ की आसा,
तब लग न हरि चरन निवासा।

جب لگ هے بیکنتھ کي آسا
تب لگ نه هري چرن نواسا

[جب تک بہشت کي اميد ہے تب تک ہري کے قدموں
کے نيچے نہيں رہ سکتے -]

اسي مضموں کو پنڈت برج نراين چکبست مرحوم نے
نظم کيا ہے - کہتے ہيں —

چمن زار محبت ميں اسي نے باغباني کي
کہ جس نے اپني محنت ہي کو محنت کا ثمر جانا

کرم کانڈ ، گيان ، رياضت ، يوگ ، اِن سب سے وہ عشق الٰہي
کو برتر سمجھتے ہيں - بھکت ہر شخص ہو سکتا ہے ، امير
ہو يا مفلس ، برہمن ہو يا شودر - اس وجہ سے کبير صاحب
ذات کي تفريق کو نہيں مانتے اور اس کي مذمت کرتے
ہيں ، يہاں تک کہ بارگاہ ايزدي ميں مسلمان ہندو کے فرق
کو بھي تسليم نہيں کرتے - ديکھئے :—

जब लग नाता जगत का , तब लग भगत न होय , (१)
नाता तोड़े हरी भजे , भगत कहावे सोय ।

جب لگ ناتا جگت کا تب لگ بھکت نہ ہوے
ناتا توڑے ہري بھجے بھکت کہاوے سوے

[جب تک دنيا سے تعلق ہے اُس وقت تک بھکت
نہيں ہو سکتا - جو دنيا سے قطع تعلق کرکے خدا کو ياد
کرے وہ بھکت کہلائےگا -]

कामी, क्रोधी, लालची , इन तीन भक्त न होय , (२)
भक्ति करे कोई सूरमा , जाति बरन कुल खोय ।

کامی کرودھی لالچی اِن تہن بھکت نہ ہوے
بھکتی کرے کوئی سورما جاتی برن کُل کھوے

[اہل ہوس ' غصہ کرنے والا ' لالچی ' یہ تینوں بھکت نہیں ہو سکتے - بھکت وہ بہادر ہو سکتا ہے جو ذات ' برن ' اور خاندان کو کھو دے -]

जल ज्यों प्यारा माछरी, लोभी प्यारा दाम, (٣)
माता प्यारा बालिका, भक्त प्यारा नाम।

جل جیوں پیارا ماچھری لوبھی پیارا دام
ماتا پیارا بالکا بھکت پیارا نام

[مچھلی کو جس طرح پانی پیارا ہے ' اور لالچی کو روپیہ ' جس طرح ماں کو بچہ پیارا ہے ' اُسی طرح بھکت کو ایشور کا نام -]

भक्ति गेंद चौगान की, भावे कोई ले जाय, (٤)
कह कबीर कुछ भेद नहीं, कहा रंक कह राय।

بھکتی گیند چوگان کی بھاوے کوئی لے جاے
کہ کبیر کچھ بھید نہیں کہا رنک کہ راے

[بھکتی چوگان کے گیند کی طرح ہے ' جو چاہے لے جاے - اس میں امیر اور غریب میں کچھ فرق نہیں ہے -]

अरब खरब लौं द्रव है, उदय अस्त लौं राज, (٥)
भक्ति महातम ना तले, यह सब कौने काज।

اَرب کھرب لوں درب ہے ' اُدے است لوں راج
بھکتي مہاتم تاتلے یہ سب کونے کاج

[ارب کھرب روپیہ اور پورب سے پچھم تک کا راج '
بھکتي کے سامنے سب هیچ هیں -]

और करम सब करम है, भक्ति कर्म निष्कर्म, (٦)
कहे कबीर पुकारि कै, भक्ति करो तजि धर्म।

اور کرم سب کرم ہے بھکتي کرم نہں کرم
کہے کبیر پکارکے بھکتي کرو تج دھرم

[اور سب کرم مطلب کے هیں ' بھکتي کا کرم بے
غرض ہے ' کبیر پکار کے کہتا ہے دھرم کو چھوڑ کر
بھکتي کرو -]

यह तो घर है प्रेम का, खाला का घर नांहि, (٧)
सीस उतारे भुंई धरे, तब बैठे घर माँहि।

یہ تو گھر ہے پریم کا خالہ کا گھر نانہہ
سیس اتارے بھوئیں دھرے تب بیٹھے گھر مانہہ

[یہ پریم کا گھر ہے ' خالہ جي کا گھر نہیں ہے -
سر اُتار کر زمین پر رکھے تب اس گھر میں داخل ہو -]

कबीर भाटी कलाळ की, बहुतक बैठे आय, (٨)
सर सौंपे सोई पिवे, नहिँ तो पिया न जाय।

کبیر بھاٹي کلال کي بہو تک بیٹھے آے
سر سونپے سوئي پیوے نہیں تو پیا نہ جاے

[کبیر کلوار کي ایک بھٹي ھے ، بہت لوگ آکر
بیٹھے ، جو اپنا سر دے وہ پئے ، ورنہ نہیں پي سکتا -]

प्रेम न बाड़ी ऊपजे, प्रेम न हाट बिकाय, (९)
राजा प्रजा जोहि रुचे, सीस देइ ले जाय।

پـریم نہ باڑي اوپجے پریم نہ هات بکائے
راجہ پرجا جوهي رُچے سیس دے ئي لے جائے

[پریم نہ باغ میں پیدا هوتا ھے ، نہ بازار میں
بکتا ھے ، راجہ پرجا جو پسند کرے سر دے کر لے جاے -]

जब मैं था तब गुरु नहीं, जब गुरु है तब हम नाहिं, (१०)
प्रेम गली इत सांकरी, ता में दो न समाहिं।

جب میں تھا تب گورو نہیں جب گورو ھے هم نانہہ
پریم گلي ات سانکری تـا مـیں دو نـہ سـمـانـہـہ

[جب میں تھا تب گُرو نہ تھا ، جب گُرو ھے تو
میں نہیں هوں - یعني جب تک مجھہ میں خودي
تھي اس وقت تک گُرو کا پریم حاصل نہیں هوا تھا ،
جب گرو کا پریم حاصل هوا تو خودي جاتي رهي -
پریم کی گلي اتنی تنگ ھے کہ اس میں دو نہیں
سما سکتے -]

जो घट प्रेम न संचरे, सो घट जान मसान, (११)
जैसे खाल लोहार की, सांस लेत बिन प्रान।

جو گھٹ پریم نہ سلچرے سو گھٹ جان مسان
جیسے کھال لہار کی سانس لیت بن پران

[جس دل میں پریم نہیں اُٹھتا وہ دل مرگھٹ کي طرح ھے ' جیسے لوھار کی دھونکني بغیر جان کے سانس لیتی ھے -]

पिया चाहे प्रेमरस, राखा चाहे मान, (۱۲)
एक मियान में दो खड्ग, देखा सुना न कान।

پیا چاھے پریم رس رکھا چاھے مان
ایک میان میں دو کھڑگ دیکھا سنا نہ کان

[تو پریم کا رس پینا چاھتا ھے اور خودي کو قائم رکھنا چاھتا ھے ' ایک میان میں دو تلواریں نہ دیکھیں نہ کان سے سنیں -]

कबीर प्याला प्रेम का, अंतर लिया लगाय, (۱۳)
रोम रोम में रम रहा, और अमल क्या खाय।

کبیر پیالہ پریم کا انتر لیا لگاے
روم روم میں رم رھا اور امل کیا کھاے

[کبیر نے پریم کا پیالہ پی لیا ' اس کے ھر موے تن میں وہ بس گیا ھے ' اور نشہ وہ کیا کھائے ؟]

राता माता नाम का, पिया प्रेम अघाय, (۱۴)
मतवाला दीदार का, मांगे मुक्ति बलाय।

راتا ماتا نام کا پیا پریم اگھاے
متوالا دیدار کا مانگے مکت بلاے

[نام میں محو ھے ' نام میں مست ھے ' پریم کا پیالہ
بھر ھوکر پي لیا ھے - وہ دیدار کا متوالا ھے ' اس کي بلا
مکتي مانگے ' یعني عاشقان الھي مکتي یا نجات سے
بھي بے نیاز ھیں -]

हरि से तू जिन हेत कर , कर हरि जन से हेत , (१५)
माल मुलुक हरि देत हैं , हरि जन हरहिं देत ।

هري سے تو جِن ھیت کر کر هري جَن سے ھیت
مال ملک هری دیت ھیں هري جَن هر ھیں دیت

[تو اللہ سے محبت مت کر ' بلکہ اللہ والوں
سے محبت کر - اللہ مال ملک دیتا ھے اور اللہ والوں
سے اللہ ملتا ھے -]

प्रीतम को पतियां लिखूं , जो कहुं होय बिदेस , (१६)
तन में मन में नैन में , ताको कहां संदेस ।

پریتم کو پتیاں لکھوں جو کھوں ھوے بدیس
تن میں من میں نین میں تاکو کہاں سندیس

[اگر محبوب پردیس میں ھو تو اس کو خط لکھوں '
وہ تو میرے بدن میں ' من میں ' آنکھوں میں سمایا ھوا
ھے ' اس کو سندیسا کیا بھیجوں ؟]

अग्नि आंच सहना सुगम , सुगम खड़ग की धार , (१७)

नेह निभावन एक रस, महा कठिन व्योपार।

اگن آنچ سہنا سگم سگم کھڑگ کي دھار
نیہہ نبھاوں ایک رس مہا کٹھن بیوپار

[آگ کي آنچ سہنا اور تلوار کي دھار، يہ سہل ہے - محبت کو يکساں نباہ دينا يہ بڑا سخت کام ہے -]

सुमरन सुरत लगाय कै, मुख से कछु न बोल, (۱۸)
बाहर के पट देह कै, अंतर के पट खोल।

سمرن سرت لگاے کے مکھ سے کچھو نا بول
باھر کے پٹ دے اي کے انتر کے پٹ کھول

[اس کي ياد کر، اس کا دھيان کر، مگر منھ سے کچھ نہ بول - باھر کے دروازے بند کرکے اندر کے دروازے کھول دے -]

सबहिं तरु तर जाय कै, सब फल लीन्हं चीख, (۱۹)
फिर फिर मांगत कबीर है, दरसन ही की भीख।

سب ھي ترو تر جاے کے سب پھل ليلنھو چيکھ
پھر پھر مانگت کبير ھے درسن ھي کي بھيکھ

[سب پيڑوں کے نيچے جاکر سب کے پھل چکھ لئے - کبير تو بار بار درشن ھي کي بھيک مانگتا ھے -]

कबीर कुत्ता राम का, मोतिया मेरा नांव, (۲۰)
गले राम की जीवड़ी, जित खींचें तित जांव।

كبير كوتا رام كا مُتيا ميرا نانوں
گلے رام كي جيوڑي جت كهينچيں تت جاؤں

[كبير رام كا كتا هے ، ميرا نام موتي هے ، گلے ميں رام كي رسي پڑی هے ، جهاں كهينچتے هيں وهاں جاتا هوں -]

سنا هے كہ ميرزا غالب نے لڑكپن ميں كنكوے كے لئے يہ شعر كها تها —

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست
مي برد هر جا كہ خاطر خواہ اوست

मेरा मुझमें कुछ नहीं, जो कुछ है सो तोर, (۲۱)
तेरा तुझको सौंपते, क्या लागत है मोर।

ميرا مجهہ ميں كچهہ نهيں جو كچهہ هے سو تور
تيرا تجهہ كو سونپتے كيا لاگت هے مور

[ميرے پاس كوئي شے ميري نهيں ، جو كچهہ هے تيرا هے - تيري چيز تجهہ كو ديتے ميرا كيا لگتا هے ؟]

तुम तो समरथ साईयां, दृढ़ करि पकड़ो बांह, (۲۲)
धुरहि पै पहुंचाइयो, जनि छाड़ो मग मांहि।

تم تو سمرتهہ سائياں درڑهہ كري پكڑو بانهہ
دُهر هی پے پهونچاييو جني چهاڑو مگ مانهہ

[اے مالک ، تم قوی هو ، ميري بانهہ مضبوط پكڑو - دُهر تک پهونچا دينا ، راستہ ميں نہ چهوڑ دينا -]

पतिब्रता पति को भजे, और न आन सहाय, (२३)
सिंह बचा जौ लंघना, तौभी घास न खाय।

پتي‌برتا پت کو بهجے اور نه آن سہاے
سِنگهہ بچه جو للگهنا تو بهي گهاس نه کهاے

[وفادار عورت اپنے خاوند کو یاد کرتي هے ' اسے اور
کوئي اچها نهیں لگتا - شیر کا بچه اگر فاقه بهي کرتا هے
تو گهاس نهیں کهاتا -]

भुक्ति मुक्ति माँगौं नहीं, भक्ति दान दे मोंहि, (२४)
और कोई याचूं नहीं, निसिदिन याचूं तोंहि।

بُهکتي مکتي مانگو نهیں بهکتي دان دے مونه
اور کوئي یاچوں نهیں نس دن یاچوں توه

[دنیا کا آرام نهیں مانگتا ' مُکتي نهیں مانگتا '
مجهے بهکتي دے ' اور کچهه نهیں مانگتا ' رات دن تجهي
کو مانگتا هوں -]

द्वार धनी के पड़ि रहे, धका धनी का खाय, (२५)
कबहुं धनी निवाजहिं, जो दर छाड़ि न जाय।

دوار دهني کے پڑ رهے دهکا دهني کا کهائے
کب هوں دهني نواجهیں جو در چهاڑ نه جاے

[امیر کے دروازے پر پڑا رهے ' امیر کے دهکے کهاے '
اگر دروازه چهوڑ کر نهیں جاےگا تو کب تک امیر توجه
نهیں کرےگا -]

हरि जननी, मैं बालक तेरा, (۲۶)
कस नहीं बकसो औगुन मेरा।

هري جلنی میں بالک تیرا
کس نہیں بکسو اوگن میرا

[خدا میري ماں هے ' اور میں اس کا بچہ هوں -
میرے قصور کیسے نہیں معاف کرےگا ؟]

दुलहिन गाओ मंगल चार, (۲۷)
हमरे घर आये राम भतार।

دُلہن گاؤ ملگل چار
همرے گھر آئے رام بھتار

[اے دُلھن ' مبارکباد گاؤ ' همارے گھر رام ایسے
دُولہا آئے -]

کبھي کبھی اپني محبت کي استواري پر نازاں هوکر
شوخي اور بےباکي سے گفتگو کرتے هیں -

अब तोहे जान न दीहूं राम प्यारे, (۲۸)
ज्यों भावे त्यों होहु हमारे।

اب توهے جان نہ دیهوں رام پیارے
جیوں بھاوے تیوں هوهو همارے

[رام پیارے ' تم کو اب جانے نہ دونگا ' جس طرح
چاهو تم همارے هوکر رهو -]

ایک ایسا ہي دوھا سور داس جی کا مشہور ہے - روایت یہ ہے کہ چونکہ اندھے تھے جو کچھ کہتے تھے ایک محرر لکھ لیتا تھا - ایک روز محرر نہ تھا کرشن جي اس کي جگہ خود آ گئے' اور سور داس جي کا کلام لکھنے لگے - سور داس جی نے محسوس کیا کہ محرر اس کے قبل کہ الفاظ مُنھ سے نکلیں ان کو لکھ لیتا ہے؛ اور اس کے پہلے کہ وہ اپنے خیالات کو ظاہر کریں وہ خیالات کاغذ پر درج ہو جاتے ہیں' وہ سمجھ گئے کہ یہ میرا محرر نہیں ہے بلکہ کرشن جي خود ہیں' اور انہوں نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا' مگر کرشن جي اپنا ہاتھ چھڑا کر غائب ہو گئے - تب سور داس جي نے کہا —

कर झिटकाये जात हो , दुर्बल जानि कै मोंहि ,
हिरदै से जब जाओगे , मर्द बखानूं तोहि ।

کر جھٹکائے جات ہو دربل جان کے موئہہ
ھردے سے جب جاؤگے مرد بکھانوں توہ

[مجھ کو کمزور جان کے ھاتھ جھٹک کر چلے جاتے ھو' میں تم کو جب مرد جانوں کہ میرے دل سے چلے جاؤ -]

اس کو پریم تھٹائي کہتے ھیں -

جیسا کہ میں کہ چکا ھوں' بھکتي کے راستے میں سب برابر ھیں' برھمن اور شودر میں کچھ فرق نہیں ہے -

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ درین راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اس کی مثالیں بھی دیکھئے —

एक बूंद, एक मल मूतर, एक चाम का गूदा, (۲۹)
एक जोति हिं सब उपजा, कौन बहमन कौन सूदा।

ایک بوند ایک مل موتر ایک چام کا گودا
ایک جوتی ھیں سب اُپجا کون بہمن کون سودا

[ایک قطرہ، ایک پاخانہ، ایک پیشاب، ایک چمڑے
کا گودا، ایک نور سے سب پیدا ہوئے ھیں - کون برھمن
ھے، کون شودر ؟]

जाति न पूछो साधु की, पूछि लीजै ज्ञान, (۳۰)
मोल करो तरवार का, पड़ा रहन दो म्यान।

جاتی نہ پوچھو سادھو کی پوچھی لیجیے گیان
مول کرو تروار کا پڑا رھن دو میان

[سادھو کی ذات نہ پوچھو، اس کا گیان دریافت
کر لو - تلوار کے دام چکاؤ، میان کو پڑا رھنے دو -]

(۳) مذهب كي نمائش

كبير صاحب چونكہ صاحب دل تھے صفائے باطن كي قدر جانتے تھے اور سچے پريم كو برتتے تھے - اس واسطے مذهب كي نمائش اور ظاهري رسم و رواج سب اُن كي نظر ميں هيچ تھے - ان كا اصول ہے بهكتي اور عشق الهي - اگر دل صاف هوگا اور ايشور كی بهكتي دل ميں هوگي تو افعال آپ سے آپ درست هو جاويںگے - اگر دل صاف نهيں هے اور اس ميں محبت كا جذبہ نهيں هے تو مذهب كا ظاهري ٹهاٹ فضول هے ' بلكہ ريا هے ' اور اس واسطے گناه - وه ويد اور كتاب (قرآن) ' پنڈت اور قاضي كا مذاق اُڑاتے هيں اور ريا كاري اور جهوٹي نمائش كے خطره سے لوگوں كو متنبہ كرتے هيں -

माला फेरत युग भया , फिरा न मन का फेर , (१)
कर का मनका डारि दे , मन का मनका फेर ।

مالا پهيرت جگ بهيا پهرا نہ من كا پهير
كر كا منكا ڈار دے من كا منكا پهير

[مالا پهيرتے جگ بيت گئے ' من كا پهير دور نہ هوا - هاتھ كا دانہ چهوڑ دے ' من كا دانہ پهير -]

माला तो कर में फिरे , जीभ फिरै मुख मांहि , (२)
मनवा वहुं दिस फिरे , यह तो सुमिरन नांहि ।

مالا تو کر میں پھرے جیبھ پھرے مُکھ مانھ
ملوا تو دَھوں دِس پھرے یہ تو سُمرن ناتھ

[مالا هاتھ میں پھرتي هے ' زبان مُنھ میں پھرتي هے ' من دس طرف بھٹکا هوا هے ' اس کو یاد الهي نهیں کهتے -]

हम तो योगी मनहि के, तन के हैं ते और, (۳)
मन का योग लगावते, दसा भई कुछ और।

هم تو جوگي من هي کے تن کے هیں تے اور
من کا جوگ لگاوتے دسا بهئي کچھ اور

[هم تو من کے جوگي هیں ' تن کے جوگي اور هوتے هیں - من کا جوگ کرتے هماري تو اور هي حالت هو گئي -]

पढ़ पढ़ के पत्थर भये, लिख लिख भये जो ईंट, (۴)
कबिरा अंतर प्रेम की, लागी नीक न छींट।

پڑھ پڑھ کے پتھر بهئے لکھ لکھ بهئے جو اینٹ
کبرا انتر پریم کي لاگي نیک نه چھینٹ

[پڑھ پڑھ کے پتھر هوے اور لکھ لکھ کے اینٹ هوے ' پریم کي ذرا سي چھینٹ بھي نهیں پڑي -]

नाम भजो मन बस करो, यही बात है तंत, (۵)
काहे को पढ़ पच मरो, कोटिन ज्ञान ग्रंथ।

نام بهجو من بس کرو یهي بات هے تلت
کاهے کو پڑهہ پچهہ مرو کوٹن گهان گرنتهہ

[نام بهجو اور من کو بس میں کرو ' یهي بات اصلي
هے - کروروں گهان کي کتابیں پڑهہ کر کیوں مرے جاتے هو ؟]

पंडित और मशालची, दोनों सूझे नांहि, (۶)
औरन को कर चांदना, आप अंधेरे मांहि।

پنڈت اور مشالچي دونوں سوجهے نانهہ
آورن کو کر چاندنا آپ اندهیرے مانهہ

[پنڈت اور مشعلچي دونوں کو نهیں سوجهتا '
اوروں کو روشني دکهاتے هیں ' آپ اندهیرے میں رهتے هیں -]

साईं से सांचा रहो, सांईं सांच सहाय, (۷)
भावें लंबे केस रख, भावें घोट मुंडाय।

سائیں سے سانچا رهو سائیں سانچ سهاے
بهاویں لمبے کیس رکهہ بهاویں گهوٹ منڈاے

[مالک سے سچے رهو - سچ مالک کو پسند هے ' چاهے
لمبے بال رکهو چاهے سر منڈاؤ -]

आचारी सब जग मिला, बिचारी न कोय, (۸)
कोटि अचारी बेरिए एक बिचारी जो होय।

آچاري سب جگ ملا بچاري نه کوے
کوٹ اچاري بهرئے ایک بچاري جو هوے

آچار = مذهب کي ظاهري نمائش - بچاري = سمجهنےوالا اور جانچنےوالا -

[ظاہر دار تو ساری دنیا ہے، بچاری کوئی نہیں ہے - اگر ایک بچاری ملے تو اس پر ایک کرور ظاہردار قربان کر دیجئے -]

(۹) फूटी आंख विवेक की, लखे न संत असंत,
जाके संग दस बीस हैं, ता का नाम महंत।

پھوٹی آنکھ وویک کی لکھے نہ سنت اسنت
جاکے سنگ دس بیس ہیں تا کا نام مہنت

[سمجھ کی آنکھ پھوٹ گئی، سنت اور اسنت نہیں دکھائی دیتے - جس کے ساتھ دس بیس ہیں اس کا نام مہنت ہے -]

کبیر صاحب ہندو اور مسلمان دونوں کو پھٹکارتے ہیں اور روزہ، نماز، حج، شرادھ، ایکادشی، تیرتھ یاترا، کرم کانڈ، کی اُنھوں نے جی کھول کر مذمت کی ہے -

(۱۰) मथुरा भावें, द्वारका भावें जायें जगनाथ,
साधु संगत हरि भजन बिन, कछु न आवे हाथ।

متھرا بھاویں دوارکا بھاویں جائیں جگن ناتھ
سادھ سنگت ہر بھجن بن کچھو نہ آوے ہاتھ

[چاہے متھرا جاویں، چاہے دوارکا جاویں، چاہے جگن ناتھ جاویں، سادھو کی سنگت اور ایشور کے بھجن کے بغیر کچھ ہاتھ نہیں آتا -]

(۱۱) पूजा सेवा नेम व्रत, गुड़िया का सा खेल,

پوجا سیوا نیم برت گُڑین کا سا کھیل

[پوجا ، سیوا ، نیم ، برت ، یہ سب گُڑیوں کا کھیل ہے -]

नहाय धोय क्या भया , जो मन मैल न जाय , (۱۲)
मीन सदा जल में रहे , धोये बास न जाय ।

نہائے دھوئے کیا بھیا جو من میل نہ جاے
مین سدا جل میں رہے دھوئے باس نہ جاے

[نہانے دھونے سے کیا ہوتا ہے اگر من کا میل نہ دور ہو ؟ مچھلی ہمیشہ پانی میں رہتی ہے مگر پانی سے دھونے سے بھی اس کی بو نہیں جاتی -]

ना मैं बकरी, ना मैं भेड़ी, ना मैं छुरी गंड़ास में , (۱۳)
नहीं खाल में, नहीं पूंछ में, ना हड्डी ना मांस में ,
ना मैं देवल, ना मैं मसजिद, ना काबे कैलास में ,
ना तो कौनो किरिया करम में , नहीं योग बैराग में ,
खोजी होय तो तुरतै मिलि हौं पल भर की तालास में ।

نا میں بکری نا میں بھیڑی نا میں چھری گنڑاس میں
نہیں کھال میں نہیں پونچھ میں نا ہڈی نا ماس میں
نا میں دیول نا میں مسجد نا کعبے کیلاس میں
نا تو کونو کریا کرم میں نہیں جوگ بیراگ میں
کھوجی ہوے تو ترتے ملی ہوں پل بھر کی تالاس میں

[نہ میں بکری میں ہوں ، نہ بھیڑی میں ، نہ چھری میں ، نہ گنڈاسے میں ، نہ میں کھال میں ہوں ، نہ دم

میں ' نه ھڈی میں ' نه گوشت میں - نه میں مندر میں
ھوں ' نه مسجد میں ' نه کعبے میں ' نه کیلاس میں - نه
کسي کریا کرم میں ھوں ' نه جوگ بیراگ میں ھوں - اگر میرا
ڈھونڈنے والا ھو تو پل بھر کي تلاش میں مل جاتا ھوں -]

(۱۴)

सबहि मद्‌माते कोई न जाग,
संगहि चोर घर मूसन लाग,
योगी मद्‌माते योग ध्यान,
पंडित मद् माते पढ़ि पुरान,
तपसी मद्‌माते तप के भाव,
संन्यासी मद्‌माते कर हमपव,
मौळाना मद्‌माते पढ़ि मुसाफ,
काजी मद्‌माते किये इनसाफ।

سب ھي مدماتے کوئي نه جاگ
سنگ ھي چور گھر موسن لاگ
یوگي مدماتے یوگ دھیان
پنڈت مدماتے پڑھ پوران
تپسي مدماتے تپ کے بھاو
سنیاسی مدماتے کر ھمیو
مولانا مدماتے پڑھ مصاف
کاجي مدماتے کئے انصاف

[سب مست ھیں ' کوئي ھوشیار نہیں ' گھر کو چور
موس رھے ھیں - یوگي اپنے دھیان میں مست ھیں ' پنڈت

پران پڑھ کے مست هيں - تپسي تپ کے بهاؤ ميں ' اور سنياسي اپني خودي ميں مست هيں ' مولانا قرآن پڑھ کر اور قاضي انصاف کرکے مست هيں -]

वेद पुराण कुरान कतेबा नाना भांत बखानी , (१५)
हिंदु तुरक जैन अरु जोगी ऐकल काहू न जानी ।

بید پُران قرآن کتیبا نانا بهانت بکهاني
هندو ترک جين ارو جوگي ايکل کا هو نه جاني

[ويد ' پران ' قرآن ' يه سب کتابيں مختلف طرح پڑهي جاتي هيں - هندو ' مسلمان ' جين اور جوگي ' کسي نے ايک ايشور کو نه جانا -]

सैयद सेख किताब निरखै , पंडित शास्त्र विचारै , (१६)
सतगुरु के उपदेश बिना , तुम जानके जीवहिं मारै ।

سيد شيخ کتاب نرکهے پنڈت شاستر بچارے
ست گرو کے اُپديش بنا تم جان کے جيو هيں مارے

[سيد شيخ کتاب پڑهتے هيں ' پنڈت شاستر بچارتے هيں ' ست گرو کي اُپديش کے بغير تم جان بوجھ کے جان مارتے هو -]

---

(۴) تناسخ (آواگون)

آواگون هندوستاني مذاهب کا مرکزی اصول هے ' اور کبیر صاحب اس کو پوري طرح قبول کرتے هیں - بار بار پیدا هونا اور مرنا هر ذی روح کے واسطے لازمي هے جب تک کہ اُس کو اِس آمد و رفت سے نجات نہ ملے اور وہ اِیشور کے پریم میں مگن هوکر اِیشور کی دیا سے اس سیاست سے آزاد نہ هو جاے -

पंडित सो धन कहो समुझाई , (१)
जाते आवा गंवन नसाई ।

پنڈت سو دھن کہو سمجھائي
جاتے آواگون نسائي

[اے پنڈت ' اچھي طرح غور کرکے هم کو سمجھا کے وہ بات بتاؤ ' جس سے آواگون مٹ جاے -]

कह कबीर चित चेत कै आवा गंवन निबार । (२)

کہ کبیر چت چیت کے آواگون نوار

[اے کبیر ' دل کو هوشیار کرکے آواگون سے آزاد هونے کا حال کہو -]

ज्यों जळ छाड़ि बाहर भयो मीना , (३)
पूरब जनमहुं तप का हीना ।

جیوں جل چھاڑ باھر بھیو میٖنا
پورب جنم ھوں تپ کا ھینا

[مچھلي کي طرح پاني کو چھوڑ کر باھر نکل آیا ھوں - پچھلے جنم میں میرے تپ میں کچھ کمي تھي -]
بنارس چھوڑنے کي طرف اشارہ ھے -

جनम अनेक गया और आया ।　　(۴)

جنم انیک گیا اور آیا

[کئي ایک جنم آئے اور گئے -]

देखो कर्म कबीर का , कछु पूरब जनम का लेखा ।　(۵)

دیکھو کرم کبیر کا کچھو پورب جنم کا لیکھا

[دیکھو کبیر کا کرم پچھلے جنم کا لیکھا ھے -]

---

(۵) هندو مسلمانوں کا میل

میں چوتھے باب میں کہ چکا ہوں کہ نہ صرف کبیر صاحب بلکہ ازمنہ وسطیٰ کے سب ممتاز مصلحان مذہب ہنود نے اسلام کے اثر کو قبول کیا تھا - کبیر صاحب کا تو صاف منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہندو اور مسلمان خدا کی نگاہ میں ایک ہیں اسی طرح دنیا کے بیوہار میں بھی ایک ہو جائیں - ان کے عقیدہ کے موافق ہندو مسلمانوں کا خدا ایک ہے ' اور دونوں اپنے اپنے طریقہ پر اسے پوجتے ہیں - اہل دل ظاہری رسم و رواج کی پروا نہیں کرتے - اگر دل صاف ہے اور معبود حقیقی کا عشق دل میں ہے تو ہندو مسلمان دونوں کو یکساں نجات مل سکتی ہے - ..

कहे कबीर एक राम जपोरे , हिंदु तुरुक न कोई । (۱)

کہے کبیر اک رام جپو رے ہندو ترک نہ کوئی

[کبیر کہتا ہے ایک رام کو جپو ' نہ کوئی ہندو ہے نہ مسلمان -]

पेटहिं काहु न वेद पढ़ाया , (۲)
सुन्नत कराये तुरुक नहि आया ।

پیٹ میں کاہو نہ وید پڑھایا
سنت کرائے ترک نہیں آیا

[بہشت میں کسی کو وید نہیں پڑھایا گیا - مسلمان
سنت کرایا ہوا بہشت سے نہیں پیدا ہوتا - مطلب یہ کہ
مذہبوں کے جھگڑے دنیاوی ہیں -]

दुई जगदीश कहां ते आये, कहो कौन भरमाया, (۳)
अल्लह राम करीम केशव, हरि हजरत नाम धराया।
गहना एक कनक ते गहना, ता में भाव न दूजा,
कहन सुनन को दुई कर थाते, एक नवाज एक पूजा।
वही महादेव, वही मुहम्मद, ब्रह्मा आदम कहिए,
कोई हिंदू कोई तुरक कहावै, एक जमी पर रहिए।
वेद किताब पढ़े, वे कुतबा, वे मौलाना, वे पांडे,
बगत बगत के नाम धरायो, एक माटी के भांडे।
कह कबीर ते दोनों भूलें, रामहि किनहु न पाया,
वे खसिया वे गाय कटावैं, वादै जनम गंवाया।

دوئی جگدیش کہاں تے آئے کہو کون بھرمایا
اللہ رام کریم کیشو ہری حضرت نام دھرایا
گہنا ایک کنک تے گہنا تا میں بھاو نہ دوجا
کہن سنن کو دوئی کر تھاتے ایک نواج ایک پوجا
وہی مہادیو وہی محمد برہما آدم کہئے
کوئی ہندو کوئی ترک کہاوے ایک جمی پر رہئے
وید کتاب پڑھے وے کُتبا وے مولانا وے پانڈے
بگت بگت کے نام دھرایو اک ماٹی کے بھانڈے
کہ کبیر تے دونوں بھولیں رام ہی کنہوں نہ پایا
وے کھسیا وے گائے کٹاویں وادے جنم گنوایا

[دنیا کے دو مالک کہاں سے آئے ' کہو کس نے دھوکا
دیا ؟ اللہ ' رام ' کریم ' کیشو ' هري ' حضرت ' مختلف
نام رکھے - گہنا ایک هي سونے سے بنتا هے اس میں شبہہ
نہیں - کہلے سننے کے لئے دو باتیں قائم کیں ' ایک نماز
ایک پوجا - وهي مہادیو هے ' وهي محمد ' اسي کو برهما '
اسي کو آدم کہتے هیں - ایک زمین پر رهتے هیں ' کوئی
مسلمان ' کوئي هندو کہلاتا هے - کوئي وید پڑهتا ' کوئي
کتاب (قرآن) اور خطبہ ' کوئي مولانا هے ' کوئي پانڈے -
طرح طرح کے نام رکھوائے هیں ' مگر هیں ایک هي مٹي
کے برتن - کبیر کہتا هے کہ دونوں بھولے هیں ' رام کو کسي
نے نہیں پایا هے ' ایک بکرا کٹتا تا هے ایک گائے ' اور جنم
بے فائدہ گنواتے هیں -]

یہاں تک میں نے کبیر صاحب کي تلقین کے خاص
خاص اصول بیان کرکے اُن کے متعدد اقوال هر اُصول کی
مثال میں پیش کئے - مگر اِن کے علاوہ کبیر صاحب کے
هزاروں مقولے اور بچن زبان‌زد خلائق هیں - یہ اقوال دھرم
اور اخلاق کے دارالضرب شاهي کے سکے هیں ' اور روزمرہ
کي بات چیت میں - مذهبي اور اخلاقي مباحث میں یہاں
تک کہ پولیٹکل گفتگو میں قول فیصل کي حیثیت سے
پیش کئے جاتے هیں ' اور سب ان کے سامنے سر جھکاتے هیں -
میں ایسے چند اقوال نقل کرکے اس باب کو ختم کرتا هوں -

---

(۶) متفرق

(۱) सुखिया सब संसार कहावै और सोवै,
दुखिया दास कबीर जांगै और रोवै।

سکھیا سب سنسار کہاوے اور سووے
دکھیا داس کبیر جاگے اور رووے

[دنیا کے لوگ اصلیت کو تو سمجھتے نہیں ' فریب
کھا رہے ہیں اور اپنی حالت میں خوش ہیں - کبیر
جس نے اصلیت کو سمجھا ہے اور جانتا ہے کہ دنیا کي
حالت کیسي افسوس‌ناک ہے یہ سمجھ کر رو رہا ہے -]

(۲) सत् नाम कड़वा लगे, मीठा लागे दाम,
दुबधा में दोनों गये, माया मिली न राम।

ست نام کڑوا لگے میٹھا لاگے دام
دُبدھا میں دونوں گئے مایا ملي نہ رام

[ست نام کڑوا لگتا ہے ' دولت میٹھی لگتي ہے -
شک و شبہہ میں دونوں گئے ' مایا ملي نہ رام -]

(۳) कबिरा रसरी पांव में, कह सोवै सुख चैन,
सांस नकारा कूच का, बाजत है दिन रैन।

کبرا رسری پاؤں میں کہ سووے سکھ چین
سانس نکارا کوچ کا باجت ہے دن رین

[رسي پاؤں میں پڑي هے ' کبیر چین سے کس
طرح سووے ؟ سانس جو آتي جاتي هے وہ گویا کوچ کا
نقارہ هے کہ دن رت بجا کرتا هے -]

माली आवत देखिकै, कलियां करत पुकार, (٤)
फूलों फूली चुन लिये कालिह हमारी बार।

مالي آوت دیکھ کے کلیاں کرت پکار
پھولي پھولي چن لئے کالھ هماري بار

[مالي کو آتا دیکھ کر کلیاں غل مچاتي هیں '
پھولي پھولي تو آج چن لیں کل هماري باري هے -]

चलती चक्की देखिकै दिया कबिरा रोय, (٥)
दुइ पट भीतर आइकै साबित बचा न कोय।

چلتي چکّي دیکھ کے دیا کبیرا روے
دوئي پٹ بھیتر آئي کے ثابت گیا نہ کوے

[چلتي چکي دیکھ کے کبیر رو دیا ' دو پاٹوں (یعني
آسمان و زمین) کے بیچ میں آ کے کوئي ثابت نہیں
بچا -]

जो तोको कांटा बोवे, ताहि बोय तू फूल, (٦)
तोंहि फूल के फूल हैं, वाको हैं तिरसूल।

جو توکو کانٹا بووے تاهي بوے تو پھول
توں هي پھول کے پھول هیں واکو هیں ترسول

[جو تیرے لئے کانٹے بوئے اس کے لئے تو پھول بو '
تجھے تو پھول کے پھول رھینگے اور اُس کے کانٹے اسے
ترسول هو جاوینگے ' یعنی باعث اذیت هوں گے -]

(٧) मांगे मरन समान है , मत कोई मांगो भीख ,
मांगन से मरना भला , यह सत् गुरु की सीख ।

مانگے مرن سمان هے مت کوئی مانگو بھیکھ
مانگن سے مرنا بھلا یہ ست گورو کی سیکھ

[مانگنا مرنے کے برابر هے ' کوئی بھیک اُمت مانگو -
مانگنے سے مرنا بھلا ' یہ ست گورو کی نصیحت هے -]

(٨) कबिरा माता नाम का , मद् मतवाला नांहि ,
नाम प्याला जो पिये , सो मतवाला नांहि ।

کبیرا ماتا نام کا مد متوالا نانھہ
نام پیالا جو پئے سو متوالا نانھہ

[کبیر نام سے مست هے ' شراب کا متوالا نہیں ' جو
نام کا پیالہ پیتا هے اُسے متوالا نہیں کہتے -]

(٩) बुरा जो देखन मैं चला , बुरा न मिळिया कोय ,
जो दिल खोजूं आपना , मुझसे बुरा न कोय ।

برا جو دیکھن میں چلا برا نہ ملیا کوے
جو دل کھوجوں آپنا مجھ سے برا نہ کوے

[میں بُرا ڈھونڈنے چلا ' کوئی برا نہ ملا اپنا دل جو دیکھا
تو مجھ سے برا کوئی نہیں -]

सांच बराबर तप नहीं, झूठ बराबर पाप, (۱۰)
जाके हिरदै सांच है, ता हिरदै गुरु आप।

سانچ برابر تپ نہیں جھوٹ برابر پاپ
جاکے ہردے سانچ ہے تا ہردے گرو آپ

[سچ کے برابر تپ نہیں، جھوٹ کے برابر پاپ
نہیں، جس کے دل میں سچ ہے، اس کے دل میں گُرو
خود موجود ہے -]

लंबा मारग दूर घर, विकट पंथ बहु भार,
कह कबीर कस पाइये, दुर्लभ गुरु दीदार।

(۱۱) لمبا مارگ دور گھر بکٹ پنتھ بَہوُ بھار
کہ کبیر کس پائے دُرلبھ گرو دیدار

[لمبی سڑک ہے گھر دور ہے، راستہ کٹھن ہے، اور
بوجھ بہت ہے - کبیر، کہو کس طرح پاؤگے؟ گرو کا دیدار
بہت مشکل ہے -]

मन के हारे हार है, मन के जीते जीत, (۱۲)
कहे कबीर पिउ पाइये, मनहीं के परतीत।

من کے ہارے ہار ہے من کے جیتے جیت
کہے کبیر پیو پائے من ہی کے پرتیت

[من کے ہارے ہار ہے، اور من کے جیتنے سے جیت
ہے - کبیر کہتا ہے کہ محبوب کو من ہی کے اعتبار سے
پا سکتے ہو -]

बाढ़ी आवत देखिके, तरवर डोलन लाग, (۱۳)
हम कटे की कुछ नहीं, पंखेरू घर भाग।

بازھي آوت ديکھ کے ترورر ڈولن لاگ
ھم کٹے کي کچھ نہيں پنکھيرو گھر بھاگ

[بڑھئي کو آتا ديکھ کر پيڑ هلنے لگے' هم کٹے تو کچھ پروا نہيں' چڑيا تو بھاگ جا -] بڑھئی سے مراد موت' پیڑ انسان کا بدن اور پنکھيرو سے مطلب روح سے ھے -

मर जाऊं मांगूं नहीं, अपने तन के काज, (۱۴)
परमारथ के कारने, मोंहि न आवे लाज।

مر جاؤں مانگوں نہيں اپنے تن کے کاج
پرمارتھ کے کارنے موں هي نه آوے لاج

[مر جاؤں تو اپنے واسطے نه مانگوں' مگر دوسروں کے فائدہ کے لئے مانگنے ميں شرم نہيں آتي -]

माटी कहे कुम्हार से, तू क्या रूंधे मोंहि, (۱۵)
इक दिन ऐसा होयगा, मैं रूंधोंगी तोहि।

ماٹي کہے کمھار سے تو کيا روندے موںھ
اک دن ايسا هوےگا ميں روندوگی توه

[مٹي کمھار سے کہتي هے تو مجھے کيا روندتا هے' ایک دن آويگا کہ ميں تجھے روندوں‌گي -]

जो दरपन देखा चहिए, तो दरपन मंजत रहिए, (۱۶)
जब दरपन लागे काई, तब दरसन किया न जाई।

جو درپن دیکھا چہئے تو درپن منجت رہئے
جب درپن لاگے کائي تب درسن کیا نہ جائي

[اگر آئینہ دیکھنا چاھتے ھو تو اس کو مانجھتے رھو، یعني آئینہ کو صاف رکھو - اگر آئینہ میں میل آ گیا تو روشن نہ ھوگا -] دل کي صفائي کي طرف اشارہ ھے -

अकथ कहानी प्रेम की, कछु कही न जाय, (۱۷)
गूंगे केरी सरकरा, बैठा मुसकाय।

اکتھ کہاني پریم کي کچھو کہي نہ جائے
گونگے کیـري سرکرا بیٹھا مُسکاے

[پریم کي کہاني بیان نہیں کي جا سکتي، گونگے نے شکر کھائی، بیٹھا مُسکرا رھا ھے -] جو لطف اس کو آ رھا ھے اس کو بیان نہیں کر سکتا -

(٨)

جتلی بھکتی اور بھاوکتا تھی - اُن کی آت پت
بانی هردے میں چبھنےوالی ہے -

[هندی ادب کی تاریخ میں زمانۂ قدیم کے اختتام
پر زمانہ وسطی کبیر داس جی سے شروع ہوتا ہے - اِس
زمانہ کے وہ پہلے شاعر ہیں - اس وقت بھاشا زبان منضبط
نہیں ہوئی تھی، اور کبیر داس جی پڑھے لکھے نہ تھے -
اُنہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنی فطرت اور ذہن کے
زور سے کہا ہے - ان میں شاعری اتنی نہیں ہے جتنی
کہ بھکتی - اُن کی شاعری دل میں اثر کرنے والی ہے -]

کبیر صاحب کی شاعری اُن کی طبیعت کی طرح کھری
ہے - اُنہوں نے اپنی شاعری پر صنعتوں کا ملمع نہیں چڑھایا،
کیونکہ اُن کی سیدھی اور صاف فطرت تکلف اور تصنع
سے بہت دور تھی - وہ کبھی بلند پروازی کی کوشش نہیں
کرتے، نہ اُن کو یہ فکر ہے کہ شاعری کے آسمان سے تارے
توڑ کر لائیں - اُن کو اگر تلاش ہے تو حق کی اور جستجو
ہے تو پریم کی - اپنے پند و نصائح ذہن‌نشین کرانے کے لئے وہ
مثالیں اور تشبیہیں استعمال کرتے ہیں، مگر پیش پا افتادہ -
اُن میں وہی باتیں ہیں جو اُن کے اور اُن کے ہمعصروں
کے سامنے روزمرہ گزرتی تھیں - کمھار کی مٹی، بنئے کا
تولنا، کھوٹ کا کھیلنا، بید کا نبض دیکھنا، چندن کی خوشبو،
چوگان کا کھیل، یہ چیزیں وہ بےتکلف نظم کرتے ہیں اور
خوب نظم کرتے ہیں -

साईं मेरा बानिया, सहज करै ब्योपार, (۱)
बिन डांड़ी बिन पालड़े, तौलै सब संसार।

سائیں میرا بانیا سہج کرے بیوپار
بن ڈانڈي بن پالڑے تولے سب سنسار

[میرا مالک بنیا هے ' اور اپنا بیوپار سہل طریقہ سے کرتا هے ' بغیر ڈنڈي اور پلڑے کے ساري دنیا کو تول ڈالتا هے -]

तेरा साईं तुझमें, ज्यों तिल मांहि तेल। (۲)

تیرا سائیں تجھ میں جیوں تل ماهیں تیل

[تیرا مالک تجھ میں اس طرح هے جس طرح تل کے اندر تیل -]

जब पार उतरना चाहिए, तब केवट से मिल रहिए। (۳)

جب پار اُترنا چهئے تب کیوٹ سے مل رهئے

[جب پار اُترنا چاهو تو کیوٹ (ملاح) سے مل رهو -]

कबिरा बैद बुलाइया, पकरके देखी बांह, (۴)
बैद न बेदन जानिए, करक करेजे मांहि।

کبرا بید بلایا پکرکے دیکھي بانہ
بید نہ بیدن جانئے کرک کریجے مانہ

[کبیر نے بید کو بلایا ' بید نے بانہ پکڑ کے دیکھي - بید تکلیف کو نہیں جانتا ' درد تو کلیجے میں هے -]

دیکھئے فارسي شاعر اسي خیال کو اس طرح سے باندھتا ہے -

آگاہ نئي تپ دروں را
نشتر چہ زني رگ بروں را

हीरा तहां न खोलिए, जहं खोटी है हाट, (۵)
कसकर बांधो गाठरी, उठकर चालो हाट।

هیرا تہاں نہ کھولئے جہاں کھوٹي ہے ہاٹ
کس‌کر باندھو گاٹھري اُٹھ کر چالو ہاٹ

[جہاں بازار کھوٹا ہے وہاں ہیرا نہ کھولو - گٹھری
کس‌کر باندھو اور بازار سے چل دو -]

चंदन गया बिदेसड़े, सब कोई कहे पलास, (۶)
ज्यों ज्यों चूल्हे झोंकिया, त्यों त्यों अधकी बास,

چندن گیا بدیسڑے سب کوئی کہے پلس
جیوں جیوں چولہے جھونکیا تیوں تیوں ادھکي باس

[چندن پردیس گیا، لوگ اسے ڈھاک سمجھے - جوں
جوں جلایا گیا اُس کی خوشبو تیز ہوئي -]

च्यूंटी चावल ले चली, बिच में मिल गई दार, (۷)
कह कबीर दोऊ ना मिले, इक ले दूजी डार।

چیونٹی چاول لے چلي بیچ میں مل گئي دار
کہ کبیر دوو نا ملے اک لے دوجي ڈار

[چیونٹی چاول لے کے چلی، راستہ میں دال مل گئی - کبیر کہتا ہے دونوں نہیں مل سکتے - ایک لو، دوسرے کو چھوڑو -]

وہ بھگت تھے، صوفی‌مشرب تھے، اُن کو سِرِّ حق کی تلاش تھی مگر یہ جانتے تھے کہ کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ جب حقیقت معلوم ہو جاتی ہے تو زبان بند ہو جاتی ہے - آن را کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

اس نکتہ کو سمجھانے کے لئے وہ ایک خاص تشبیہ اکثر استعمال کرتے ہیں -

कह कबीर गूंगे गुड़ खाया, पूछे तो क्या कहिए।

کہ کبیر گونگے گڑ کھایا پوچھے تو کیا کہئے

شیخ ابراہیم ذوق نے اس کو دوسری طرح کہا ہے —

بیان درد محبت جو ہو تو کیونکر ہو
زبان دل کے لئے ہے، نہ دل زبان کے لئے

کبیر صاحب کی زبان عوام کی زبان تھی - وہ جو کچھ کہتے تھے عوام کی زبان میں کہتے تھے - الفاظ کی صحت کی ان کو فکر نہیں - جو لفظ جس طرح عوام کی بولی میں رائج تھا اس کو اسی طرح نظم کر دیتے تھے، اور کبھی کبھی نظم کی ضرورت سے لفظوں کو توڑ مروڑ ڈالتے تھے - مثلاً، کبیر کو کبّیر، کبرا، کبیرا، کاشی کو کاسی، خزانہ کو کھجانا، زمانہ کو جمانا، زمیں کو جمی، خطبہ کو کتبہ،

بدلي کو بدریا ' محل کو محلیا ' درویش کو درویسا ' مقام کو مکاما ' غفلت کو گیهلائي ' کتاب کو کتیب ' أبچهے کو اوبہچے ' کیا کو کي آ ' وغیرہ -

بهاشا کے ماهروں کي راے هے کہ کبیر صاحب کي زبان پچہمیل متهائي هے - اس میں برج بهاشا ' کهڑي بولي ' پنجابي ' راجستهاني ' سبهي کے الفاظ ملتے هیں - انهوں نے خود کئي جگہ کہا هے کہ میري بولی پوربي هے - گو یہ کہنا مشکل هے کہ پوربي سے ان کي کیا مُراد تهي مگر یہ بات تو ان کے کلام سے ظاهر هوتي هے کہ بهاري محاوروں اور بهاري لہجہ کا ان پر کافي اثر تها - اس پچہمیل متهائي کے غالباً دو سبب هیں - اول یہ کہ کبیر صاحب پڑھے لکھے نہ تھے ' اس واسطے أن کي زبان اور ویاکرن (صرف و نحو) میں استقلال نہ تها - اپني طویل سیر و سیاحت میں وہ ملکوں ملکوں پهرے تھے اور هر جگہ کے سنتوں اور درویشوں سے أن کي صحبت رهي تهي ' اس واسطے مختلف صوبوں اور ملکوں کی زبان اور لہجہ کا اثر أنهوں نے قبول کر لیا تها - دوسري بات یہ کہ وہ زبان کي صحت اور ویاکرن اور پنگل کے قواعد کی پروا نهیں کرتے تھے - جس موقع پر جس لفظ سے ان کا مطلب عمدہ طور سے ادا هوتا تها ' جہاں پر جو لفظ جس شکل میں أن کي شاعری میں کهپ جاتا تها وهاں وہ اس کو بے تکلف استعمال کر جاتے تھے - أن کو اپنے خیالات کے اظهار سے مطلب تها ' نہ عروض کے قاعدوں سے ' نہ گرامر کے ضبط سے -

شعر می گویم به از آب حیات
من نه دانم فاعلاتن فاعلات

فارسی عربی کے الفاظ تو چند کبی کے یہاں بھی ملتے ہیں - کبیر کے زمانہ میں مسلمانوں کو ہندوستان میں آئے ہوئے کئی صدیاں گذر چکی تھیں، اور روزمرہ کے کاروبار میں سیکڑوں الفاظ فارسی عربی کے رائج تھے - کبیر صاحب ان الفاظ کو بے دھڑک استعمال کرتے ہیں -

औगुन किये तो बहु किये, करत न मानी हार, (۱)
भावै बंदा बकसिये, भावै गरदन मार।

آوگن کئے تو بہو کئے کرت نہ مانی ہار
بھاوے بندہ بکسئے* بھاوے گردن مار

[گناہ تو بہت کئے اور کرتے ہوئے ہار نہ مانی،
چاہے بندہ کو بخشئے چاہے گردن مارئے -]

चलन चलन सब कोई कहें, मोहे अंदेसा और, (۲)
साहब से परिचय नहीं, पहुंचेंगे कोहि ठौर।

چلن چلن سب کوئی کہیں موہے اندیسا† اور
صاحب سے پریچے نہیں پہونچیںگے کوھی ٹھور

[چلنے کو سب لوگ کہتے ہیں، مجھے اور ہی اندیشہ ہے - صاحب سے جان پہچان تو ہے نہیں، کیسے پہونچیںگے -]

---

* بکسئے = بخشئے   † اندیسا = اندیشہ

पद जोड़े साखी कहे, साधन परि गई रवस, (۳)
काढ़ा जळ पीवे नहीं, काढ़ पियन की हवस।

پد جوڑے ساکھي کہے سادھن پري گئي رَوَس
کاڑھا جل پیوے نہیں کاڑھ پین کي ھَوَس *

[پد جوڑتا ہے، ساکھي کہتا ہے، اس کي عادت پڑ گئي ہے - بھرا ہوا پاني نہیں پیتا، بھر کر پینے کي ہوس ہے -]

आब गई आदर गया, नैनन गया सनेह, (۴)
ये तीनों तब ही गये, जबही कहा कुछ देह।

آب † گئي آدر گیا نینن گیا سنیہ
یہ تینوں تب ھي گئے جب ھي کہا کچھ دیہ

[آبرو گئي، عزت گئي، آنکھوں سے مروت گئي - جب کسي سے کچھ مانگا تو یہ تینوں چیزیں جاتي رہیں -]

अकिल अरस से उतरी, बिधना दीन्हीं बांट। (۵)

اکل ‡ آرَس § سے اوتري بدھنا دیلھي بانت

[عقل عرش سے اُتري - خدا نے بانٹ دي -]

बंदे को इतनी घनी, पड़ा रहे दरबार। (۶)

---

* ھَوَس = ہوس
† آب = آبرو
‡ اکل = عقل
§ ارس = عرش

بندے کو اتني کھلي پڑا رھے دربار

[بندہ کو اتنا بہت ھے کہ دربار میں پڑا رھے -]

जुआ, चोरी, मुखबिरी , ब्याज, घूस, परनार , (۷)
जो चाहै दीदार को , एतु बस्तु निवार ।

جوا چوري مُخبري بياج گھوس پر نار
جو چاھے ديدار کو ايتو بستو بلار

[جوا، چوري، مُخبري، سود، رشوت، دوسرے کي
عورت، اگر ديدار چاھتا ھے تو اِن چيزوں کو چھوڑ دے -]

औगुन मेरे बापजी , बकस गरीब नवाज , (۸)
जौ मैं पूत कपूत हूं , तऊ पिता की लाज ।

آوگن ميرے باپ جي بکس* گريب نواج†
جو ميں پوت کپوت ھوں تو و پتا کي لاج

[اے باپ جي، تم غريب نواز ھو، ميرے گناھوں
کو بخش دو - اگر ميں ناخلف لڑکا ھوں تب بھي
باپ ھي کو اِس کي شرم ھے -]

کبیر صاحب کبھي کبھي اُلٹي پلٹي باتیں بھي کہ
جاتے تھے - چوھا بلي کو کھا گیا، سمندر لہر میں سما گیا،
وغیرہ - ان کي شاعري میں اس رنگ کو اُلٹوانسي کہتے ھیں -
اس کے معني لوگ اپني اپني سمجھ کے مطابق لگاتے
ھیں - اُلٹوانسي کي ایک مثال یہ ھے —

* بکس = بخش † گریبنواج = غریبنواز

देखो लोगो हरि की सगाई,
माय धरे पति धिये संग जाई।
सास ननद मिलि अदल चलाई,
मादर या गृह बेटी जाई।
हम बहनोई राम मोर सारा,
हम हैं बाप, हरि पुत्र हमारा।
कहे कबीर हरि के बूता,
राम रमै ते कुकरी के पूता।

دیکھو لوگو هري کي سگائي
مائے دھرے پت دھئے سنگ جائي
ساس نَنَد مل ادل چلائي
مادر یا گرہ بیٹي جائی
هم بهنوئي رام مور سارا
هم هیں باپ هري پتر همارا
کهی کبیر هري کے بوتا
رام رمے تے کُکري کے پوتا

ان سب باتوں کو مان کر اور اُن نقائص کو قبول کرنے کے بعد بھي یہ کہنا پڑتا هے کہ چاهے معترض کا یہ اعتراض ٹھیک هو کہ کبیر صاحب کي شاعري میں شیرینی اور رس نہیں هے، مگر ان کا کلام اس بات کا شاهد هے کہ وہ فطري اور قدرتي شاعر تھے - ان کا کلام دل سے نکلتا هے اور دل میں بیٹھ جاتا هے - اور شاعري کا اصلي مآل یہي هے - میں ابھ اس بیان کے ثبوت میں چند نمونے پیش کرتا هوں -

(۱) मुखड़ा क्या देखे दिरपन में , तेरे दया धरम नहिं तन में ,
आमकी डार कोइलिया बोले , सुवना बोले बन में ,
घरबारी तो घर में राजी , फक्कड़ राजी बन में ,
ऐंठी धोती पाग लपेटी , तेल चुआ जुल्फन में ,
गली गली की सखी रिझायें , दाग लगाया तन में ,
पत्थर की एक नाव बनाई , उतरा चाहे छन में ,
कहे कबीर सुनो भाई साधो , वह क्या चढ़ें रन में ।

مکھڑا کیا دیکھے درپن میں تیرے دیا دھرم نہیں تن میں
آم کی ڈار کوئلیا بولے سودنا بولے بن میں
گھر باری تو گھر میں راجی پھکڑ راجی بن میں
ایلٹھی دھوتی پاگ لپیٹی تیل چوا جُلپھن میں
گلی گلی کی سکھی رجھائیں داگ لگایا تن میں
پتھر کی ایک ناؤ بنائی اُترا چاہے چھن میں
کہے کبیر سنو بھئی سادھو وہ کیا چڑھیں رن میں

[اپنا منھ آئینہ میں کیا دیکھتا ہے ؟ تیرے تن میں دیا دھرم نہیں ہے - آم کی ڈال پر کوئل بولتی ہے ' طوطا جنگل میں بولتا ہے ' گھر والے گھر میں راضی ہیں ' پھکڑ جنگل میں راضی ہیں - ایلٹھی دھوتی باندھے ہے ' پگڑی لپیٹے ہے ' اور زلفوں میں تیل ڈالے ہے ' گلی گلی عورتوں کو رجھا کر اپنے تن میں داغ لگاتا ہے - پتھر کی ناؤ بناکر ایک لمحہ میں پار اُترنا چاہتا ہے - کبیر کہتا ہے کہ ایسے لوگ کیا رن پر چڑھینگے !]

समझ देख मन मीत पियरवा, आसिक होके सोना क्या रे ? (٢)
रूखा सूखा गम का टुकड़ा, मीठा और सलोना क्या रे ?
पाया हो तो दे ले प्यारे, पाय पाय कै खोना क्या रे ?
जिन आंखिन में नींद घनेरी, तकिया और बिछौना क्या रे ?
कहै कबीर सुनो भई साधो, सीस दिया तब रोना क्या रे ?

سمجھ دیکھ من میت پیروا آسک ہوکے سونا کیا رے
روکھا سوکھا گم کا ٹکڑا میٹھا اور سلونا کیا رے
پایا ہو تو دے لے پیارے پائے پائے کے کھونا کیا رے
جن آنکھن میں نیند گھنیری تکیہ اور بچھونا کیا رے
کہے کبیر سنو بھئی سادھو سیس دیا تب رونا کیا رے

[اے میرے پیارے دوست ' عاشق ہوکر سونا کیا ؟
غم کا روکھا سوکھا ٹکڑا ملتا ہے تو اس میں میٹھا اور
نمکین کیا ؟ جو پایا ہو تو دے لے ' پیارے - پاکر پھر کھونا
کیا ؟ جب آنکھوں میں نیند گہری ہے تو تکیہ اور بچھونا کیا ؟
کبیر کہتے ہیں کہ جب سر دیا تو رونا کیا -]

सुंदर देह देखि जिन भूलो, झपट लेट जस बाज बटेरा, (٣)
यह देहि को गरभ न कीजे, उड़ पंछी जस लेत बसेरा,
या नगरी में रहन न पैहो, जो रहि जाग न दुख घनेरा,
कहैं कबीर सुनो भई साधो, मानुष जनम न पैहो फेरा।

سندر دیہ دیکھ جن بھولو جھپٹ لیٹ جس باج بٹیرا
یہ دیہی کو گرب نہ کیجے اُڑ پنچھی جس لیت بسیرا
یا نگری میں رہن نہ پیہو کوئی رہی جاگ نہ دکھ گھنیرا

کہیں کبیر سلو بھئی سادھو مانُکھ جلم نہ پھیر پھیرا

[خوبصورت جسم پر نہ بھولو - جس طرح باز بٹیر
کو جھپٹ لیتا ہے اسی طرح موت تم کو جھپٹ لیگی -
اس بدن پر غرور مت کرو ، جس طرح پنچھی اُڑکر
بسیرا لیتا ہے اسی طرح جان تن سے نکل جاویگی -
اس شہر میں رہنے نہ پاؤگے ، اس میں دُکھ بہت ہے -
کبیر کہتے ہیں کہ آدمی کا جلم پھر نہ پاؤگے -]

गुड़िया गुड़वा सूप सुपलिया, (۴)
तजि दै बुध लरिकइयां खेलन की।
देवता पितर भवैयां भवानी,
यह मारग चौरासी चलन की।
ऊंचा महल अजब रंग बंगला,
साईं सेज वहां लागी फूलन की।
तन मन धन सब अरपन करि,
ध्यान सुरत सम्हारो परो पइयां सजन की।
कह कबीर निर्भय हो हंसा,
कुंजी बतादेउं ताला खोलन की।

گُڑیا گڑوا سوپ سپلیا تج دے بدھ, لرکیاں کھیلن کی
دیوتا پتر بھویاں بھوانی یہ مارگ چوراسی چلن کی
اونچا محل عجب رنگ بنگلا سائیں سیج وہاں لاگی پھولن کی
تن من دھن سب آرپن کر وہاں سرت سمھارو پرو پیاں سجن کی
کہ کبیر نربھے ہو ھنسا کنجی بتا دیوں تالا کھولن کی

[گڑیا، گڈا، سوپ، سپلیا، یہ بچوں کے کھیل ھیں -
ان کو چھوڑ دے - دیوتا پتھر بھواني ان کا راستہ چوراسی
چلن کا یعني آواگون کا راستہ ھے - اونچا محل عجیب
رنگ کا بنگلا ھے، وھان پھولوں کي سیج مالک کے واسطے
لگي ھے - تن من دھن سب قربان کرکے اپنے محبوب کے
پاؤں پڑوں گا - کبیر کہتے ھیں اے جیو آتما، خوف نہ کر،
میں تجھ کو قفل کھولنے کي کنجي بتا دوں گا -]

(۸) کبیر پنتھ

میں نہیں سمجھتا کہ کبیر صاحب کا منشا تھا کہ وہ
کوئی نیا مذہب جاری کریں یا کسی نئے فرقے کی بنا ڈالیں'
مگر اس وقت ہندوستان میں ایک گروہ اُن کے نام سے نامزد
ہے اور کبیر پنتھ کہلاتا ہے - مگہر میں کچھ مسلمان اس
وقت تک کبیر پنتھ میں شریک ہیں' مگر ان کو چھوڑ کر
اور سب کبیر پنتھی ہندو ہیں' اور شمالی ہندوستان اور
صوبجات متوسط میں پھیلے ہوئے ہیں - کبیر صاحب ذات پات
کے سخت مخالف تھے' اور کبیر پنتھیوں کے گروہ میں بڑی
تعداد ان ذاتوں کی ہے جو ہمارے ملک میں "نیچ ذات"
کے نام سے پکاری جاتی ہیں - ان میں دنیادار بھی ہیں
اور بیراگی فقیر بھی - مردم شماری کی رپورٹ میں ان کی
تعداد نو دس لاکھ بیان کی گئی ہے - کبیر پنتھیوں کی دو بڑی
گدیاں ہیں - بنارس میں کبیر چورا وہ مقام ہے جہاں
کبیر صاحب تعلیم دیا کرتے تھے - یہاں پر ایک مَتھ بنایا
گیا ہے' اس کے مندر میں ایک کھڑاؤں رکھی ہے اور اس کے
اندر پانچ مہنتوں کی سمادھیں ہیں - اس کے قریب ایک
احاطہ ہے جس میں بیراگی عورتیں رہتی ہیں اور مائی
لوگ کہلاتی ہیں - کہا جاتا ہے کہ اس احاطہ کی زمین پر
کسی زمانہ میں نیرو کا مکان تھا - یہاں ہر سال جنوری کے
مہینے میں میلا ہوتا ہے اور کبیر پنتھیوں کا ایک بڑا گروہ

کبیر چورے کے مہنتوں کو اپنا پیشوا سمجھتا ہے - دوسری گدی جبلپور کے قریب باندوگڑھ میں تھی جو اب دھام کھیرے کو منتقل ہو گئی ہے - اس گدی کے قائم کرنے والے کبیر صاحب کے چیلے دھرم داس تھے - روایت ہے کہ کبیر صاحب سے اور ان سے پہلے پہل بنارس میں ملاقات ہوئی - کبیر صاحب نے مورت پوجنے پر ان کو لعنت ملامت کی، اس کے بعد برندابن میں ملاقات ہوئی، اور اس مرتبہ جس مورتی کی پوجا دھرم داس کر رہے تھے اس کو کبیر صاحب نے اُٹھا کر دریا میں پھینک دیا - تیسری مرتبہ باندوگڑھ میں ملاقات ہوئی - دھرم داس بنئیے تھے - کبیر صاحب نے ان کو پھر برا بھلا کہا، اور پوچھا کہ جن پتھروں سے تم اپنے ترازو کے بانٹ بناتے ہو انہیں پتھروں کی مورتیوں کو کس طرح پوجتے ہو؟ اس مرتبہ کبیر صاحب کی نصیحت کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ دھرم داس اور ان کی بیوی دونوں کبیر صاحب کے چیلے ہو گئے - باندوگڑھ کی گدی کے مہنت انہیں دھرم داس کی اولاد ہیں - کبیر پنتھیوں کی دس اور گدیاں ہیں جو مختلف مریدوں نے قائم کی ہیں -

کبیر صاحب کرم کانڈ کے مخالف تھے - وہ بھکتی کے معتقد تھے، اور بھکتی کو ایک روحانی جذبہ سمجھتے تھے - ظاہری نمائش کے تماشوں اور رسم و رواج کے قیود سے قطعی بے نیاز تھے، مگر کبیر پنتھی ایک پنتھ یا گروہ کی حیثیت سے انہیں قیود میں گرفتار ہیں - وسکٹ صاحب اپنی کتاب کے چھٹے باب میں دو چیزوں کا خاص طور سے ذکر کرتے ہیں، ایک

چرنامرت' دوسرے پروانہ - چرنامرت وہ پانی ہے جس سے مہنت کے پاؤں دھوے جاتے ہیں - اس پانی سے مٹی سانی جاتی ہے اور اس کی گولیاں بناکر مریدوں کو تقسیم کی جاتی ہیں - پروانہ پان کے ایک ٹکڑے کا نام ہے - رات کو ارس جمع کی جاتی ہے اور اس اوس سے مہنت جی پان کے پتوں پر ایشور کا نام لکھتے ہیں - یہ پان متبرک خیال کئے جاتے ہیں اور ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے معتقدین کو تقسیم کئے جاتے ہیں - اسی طرح کے اور رسم و رواج ہیں جن کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی - وسکٹ صاحب نے ان کو اپنی کتاب میں وضاحت سے بیان کیا ہے -

کبیر صاحب کی جو کچھ قدر و منزلت ہے' ان کا جو درجہ ہندوستان کی تاریخ اور ہندو مذہب کے ارتقا میں ہے' وہ اس وجہ سے نہیں کہ کبیر پنتھ کے نام سے ایک فرقہ ان کے مریدوں کا قائم ہے بلکہ اس وجہ سے کہ شمالی ہندوستان کے ہندؤں میں ان کی تعلیم کے اثر سے چند ایسے مذہبی اور سوشل اصولوں کی اشاعت ہوئی جن کی ہندؤں کو سخت ضرورت تھی - کبیر صاحب نے قدما کے طریق سے ہٹکر نئے خیالات کا اظہار کیا' اور جن پرانی باتوں کو وہ برا اور مضر سمجھتے تھے ان کی انہوں نے ڈنکے کی چوٹ مذمت کی - انہوں نے ہندو مسلمانوں کے اختلافات دور کرنے کی کوشش کی اور گو وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوے تاہم وہ آیندہ کے واسطے ایک ایسی مثال قائم کر گئے جو ہمارے زمانہ میں محبان وطن کے لئے چراغ ہدایت کا کام دے سکتی ہے -

(۹) کتابوں کی فہرست

اگر کبیر صاحب اور کبیر پنتھ کے متعلق مزید تحقیقات
کا شوق ہو تو یہ کتابیں پڑھئے : —

(۱) آدی گرنتھ - سکھوں کی مقدس کتاب ہے -
اس میں گورو نانک صاحب کے علاوہ دوسرے
بزرگوں کا کلام بھی درج ہے - کبیر صاحب کا بہت
کچھ کلام اس میں ملتا ہے -

(۲) بیجک - کبیر صاحب کے کلام کا مجموعہ ہے -
اس کے کئی ایڈیشن ہیں - سب سے مشہور وہ
ایڈیشن ہے جس کو مہاراجہ وشو ناتھ سنگھ
والئی ریواں نے تالیف کرکے نولکشور پریس لکھنؤ
سے شائع کرایا تھا - اس میں کبیر صاحب کے کلام
کی شرح بھی درج ہے اور اس کو ہندو مذہب
کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے -
پادری احمد شاہ نے ایک ایڈیشن سنہ ۱۹۱۱ ع
میں ہمیرپور سے شائع کیا تھا -

(۳) کبیر کسوٹی - کبیر پنتھ کے پانچ بزرگوں کی
تصنیف ہے - کتابی باتوں کے علاوہ اس میں وہ
احوال بھی درج ہیں جو کبیر پنتھیوں میں

سینہ بسینہ چلے آتے ہیں - کبیر کسوٹی سنہ ۱۸۸۵
میں بمبئی میں چھپی تھی -

(۴) کبیر بیجک‌اولی - مرتبہ پنڈت ایودھیا سنگھ جی
اپادھیاے - یہ کتاب بنارس کی ناگری پرچارنی
سبھا کی طرف سے منورنجن پستک مالا سیریز
میں شائع ہوئی ہے - اس میں ۱۱۲ صفحوں
کا ایک بسیط مقدمہ ہے اور باقی کتاب میں
کبیر صاحب کا کلام درج ہے -

(۵) کبیر گرنتھاولی - مرتبہ بابو شیام سندر داس جی
بی' اے - یہ کتاب بنارس کی ناگری پرچارنی
سبھا کی گرنتھ مالا سیریز میں شائع ہوئی ہے -
اس میں ۷۱ صفحہ کا ایک مقدمہ ہے اور اس
کے بعد کبیر صاحب کا کلام درج ہے -

(۶) نورتن - مرتبہ پنڈت گنیش بہاری مسر' پنڈت
شیام بہاری مسر اور پنڈت سکدیو بہاری مسر -
اس کتاب میں ہندی کے نو مشہور شاعروں کا
ذکر ہے اور کبیر داس کے حالات معہ ان کے
کلام کے نمونوں کے درج ہیں -

(۷) کوتا کومدی - مصنفہ پنڈت رام نریش تری پاٹھی
(ہندی مندر' پریاگ) - اس کتاب کے پانچ حصے
ہیں - پہلے حصہ میں پرانے ہندی شاعروں کا بیان ہے'

اور اسی سلسلہ میں کبیر صاحب کا بھی ذکر ہے -
دوسرا حصہ ہندی کے نئے شعرا کے متعلق ہے '
تیسرے حصہ میں سنسکرت ' اور چوتھے میں
اُردو شعرا کا تذکرہ ہے - پانچویں حصے میں
دیہات کے گیتوں کا دلچسپ مجموعہ ہے -

(۸) آئین اکبری - کے دفتر دوم میں صوبہ بنگال کے
تحت میں کٹک کا بیان ہے ' اسی سلسلہ میں
کبیر صاحب کا ذکر بھی آ گیا ہے -

(۹) دبستان مذاہب - مصنفہ محسن فانی ' مطبوعہ
نولکشور پریس لکھنو سنہ ۱۸۸۱ ع - اس کتاب
میں مختلف مذاہب کا مفصل بیان ہے - مثلاً
پارسی ' ہندو ' یہود ' نصاریٰ ' اسلام ' وغیرہ - اس میں
ویشنووں کے ذیل میں بیراگیوں کا حال لکھا ہے
اور اسی سلسلہ میں کبیر صاحب کے حالات
بیان کئے ہیں -

(۱۰) خزینۃالاصفیا - مصنفہ مولوی غلام سرور - سنہ
۱۸۶۸ع میں لاہور سے شائع ہوئی تھی -

(۱۱) بھگت مال - یہ کتاب کئی سو برس ہوئے
نابھاجی نے لکھی تھی - سوامی پریہ داس نے اس
کی شرح لکھی - اس کے کئی ترجمے اردو میں
ہوئے - رائے تلسی رام کا ترجمہ نولکشور پریس

لکھنو سے شائع ہوا ہے - اس میں سیکڑوں بھکتوں
اور سنتوں کے حالات درج ہیں -

(۱۲) رہنمایان ہند - مترجمہ بابو نارایں پرشاد ورما
صاحب مہر تخلص - یہ کتاب ایک انگریزي کتاب
پرافتس آف انڈیا (Prophets of India) کا ترجمہ
ہے - انجمن ترقي اردو اورنگ آباد دکن نے سنہ
۱۹۰۴ ع میں اسے چھپوایا تھا - اب کمیاب ہے -

(۱۳) کبیر صاحب اور اُن کي تعلیم - از بابو شیوبرت
لال ورمن صاحب ام اے ' رفاہ عام استیم پریس
سنہ ۱۹۰۸ ع -

(۱۴) کبیر جنم ساکھي - مؤلفہ منشي محمد جلیل
صاحب انصاري شاہجہاں پریس دہلي سنہ ۱۹۲۵ع -
مگہر میں کبیر صاحب نے وفات پائي تھي -
مؤلف نے اس مقام کو خود جاکر دیکھا ہے اور
وہاں کے چشم دید حالات لکھے ہیں -

(۱۵) ہوریس ہیمن ولسن (Horace Hayman Wilson)
ایک مشہور انگریزي مستشرق ہے - اُنیسویں صدي کے
شروع میں ایسٹ انڈیا کمپني کا نوکر ہوکے کلکتہ
آیا اور مختلف عہدوں پر تعینات رہا ' سنسکرت
زبان سیکھي اور بنگال کي ایشیاٹک سوسائٹي کا
بیس برس تک سکریٹري رہا - اس نے ہندوؤں کے

مذھب اور سنسکرت علوم کے متعلق مختلف مضامین اور کتابیں لکھیں - ان میں سے ایک کا نام ھے ایسیز اینڈ لکچرز آن دي رلیجن آف دی ھندوز (Essays and Lectures on the Religion of the Hindus) اس میں ایک مستقل باب کبیر پنتھیوں کے متعلق ھے -

(۱۶) جرمني میں ایک سلسلۂ تصانیف انسائکلوپیڈیا آف انڈو آرین ریسرچ (Encyclopedia of Indo-Aryan Research) کے نام سے شائع ھوتا تھا - اسي سلسلہ میں سر رام کرشن گوپال بھنڈارکر کي ایک تصنیف ویشنوازم شیوازم اینڈ آدر مائنر رلیجس سسٹمس (Vaishnavism, Shaivism, and other Minor Religious Systems) کے نام سے شائع ھوئي ھے - اس کے اُنیسویں باب میں کبیر صاحب کا بیان ھے -

(۱۷) سر ولیم ھنٹر کي تصنیف دی انڈین امپائر - (The Indian Empire) اس میں کئی باب ھندؤوں کے عقائد و فرائض اور ھندو مذھب کے ارتقا کے متعلق ھیں -

(۱۸) کبیر اینڈ دی کبیر پنتھ - (Kabir and the Kabir Panth) مصنفہ ریورنڈ جي' ایچ'

وسکٹ - مطبوعہ کرائسٹ چرچ مشن، کانپور - سنہ ۱۹۰۷ع -

(۱۹) دی بیجک آت کبیر (The Bijak of Kabir) مرتبہ ریورنڈ احمد شاہ مطبوعہ ھمیرپور سنہ ۱۹۱۷ ع -

(۲۰) کبیر داس اور اُن کی شاعری از منشی یوسف حسین مطبوعہ رسالہ "اردو" جلوری سنہ ۱۹۳۰ع -

-- تمام شد --

اِنڈکس

صفحہ

(ا)

(ب)

(پ)

(ت)

(ز)

(ک)

صفحہ

(م)

(ن)

(ھ)

صفحہ

اِلٰہ آباد - ملروا پریس - دریاآباد